آپ کا سعادت حسن منٹو

منٹو کے خطوط

WWW.KITABISTAN.COM

Rs 400.

آپ کا
سعادت حسن منٹو

منٹو کے خطوط

مرتب:

محمد اسلم پرویز، ممبئی

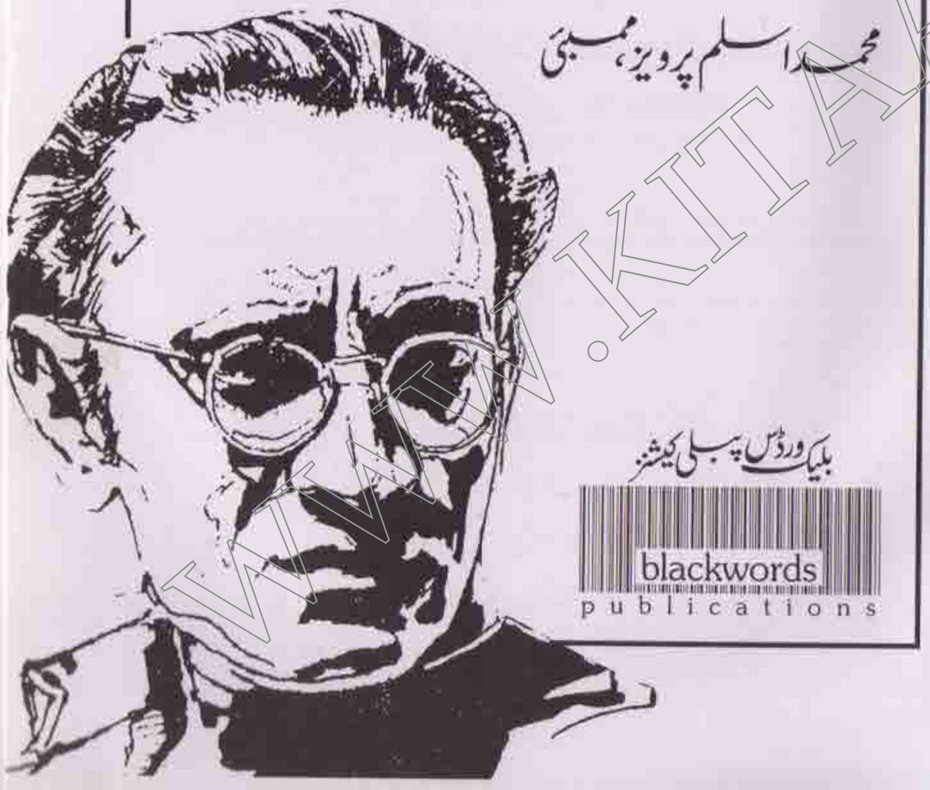

بلیک ورڈس پبلی کیشنز

blackwords publications

Scanning Project 2016

Book No.159

Donated By:
Rashid Ashraf

Special Courtesy :
Salman Siddqui
Amin Tirmizi

Managed By:
Rashid Ashraf
zest70pk@gmail.com
www.wadi-e-urdu.com

WWW.KITAABISTAN.COM

منٹو کے تین پتھوں

بلراج مین را ، وارث علوی

اور

شمس الحق عثمانی

کے نام

جہاں منٹو آج بھی رہتا ہے۔

یہ کتاب اردو سافٹ ویئر ان پیج پروفیشنل کے اوریجنل ورژن میں لکھی گئی ہے۔

نام کتاب : آپ کا سعادت حسن منٹو (منٹو کے خطوط)

مرتب : محمد اسلم پرویز، ممبئی
parvez45@gmail.com

اشاعت : جنوری ۲۰۱۲ء

سرورق : سبطین شاہدی

کمپیوگرافی وطباعت : غزالی ٹائپ سیٹرس اینڈ پرنٹرس، ممبئی
contact.ghazali@gmail.com

قیمت : ۲۰۰روپے

ناشر : بلیک ورڈس پبلی کیشنز
G-03، اقصیٰ اپارٹمنٹ، نزد سن رائز ٹاور، شیل، پوسٹ: ڈاولہ،
تھانے-۴۰۰۶۱۲، فون: 09768340782
blackwordspublications@gmail.com

ملنے کے پتے
بلیک ورڈس پبلی کیشنز، تھانے
مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، علی گڑھ اور ممبئی
سیفی بک ایجنسی، امین بلڈنگ، ابراہیم رحمت اللہ روڈ، ممبئی-۳
کتاب دار، جلال منزل، ٹیمکر محلہ، ممبئی-۸
صدیقیہ بک ڈپو، محمد علی روڈ، ممبئی-۳

WWW.KITAABISTAN.COM

”......اس روز میں نے پہلی بار دیکھا کہ منٹو کا شیو بڑھا ہوا ہے اور اس کے پاجامے کی کریز بھی جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہے۔ میں نے کہا ”پیجیے۔ میں بوتل کھولوں؟“ منٹو ہنسا۔ ”تم کیا خاک بوتل کھولو گے۔ تم کھولو گے تو کھلنے کے اس دھماکے کو سارا محلّہ سن لے گا۔“ پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بولا۔ ”چلو آؤ میرے ساتھ، بوتل کوٹ کے اندر چھپا لو۔“ میں بوتل چھپا کر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ راستے میں وہ بولا ”یہ جو تم ترقی پسندوں کے لیڈر بنے پھرتے ہو نا، ان میں سے اگر کسی کو بھی معلوم ہو جائے کہ اس وقت منٹو کے پاس وسکی کی پوری بوتل ہے اور وہ پینے جا رہا ہے تو وہ بھکاریوں کی طرح میرا پیچھا کریں گے۔“ میں خاموش رہا۔

گھر کر اس نے بوتل مرکزی تپائی پر رکھی اور پانی لینے اندر چلا گیا۔ تب صفیہ بہن چند سکینڈ کے لیے آئیں اور مجھ سے کہا ”ندیم بھائی! خدا کے لیے انہیں خودکشی کرنے سے روک لیجیے۔ دنیا میں صرف آپ ہی انہیں روک سکتے ہیں۔ وہ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ وہ یوں ہی پیتے رہے تو بہت دن تک جی نہیں سکیں گے۔“ منٹو آیا تو بولا ”یہ کیا بہن بھائی میں کھسر پھسر ہو رہی ہے۔“ صفیہ اند

چلی گئیں اور منٹو نے بوتل کھول کر شراب گلاس میں انڈیلنا چاہی تو میں نے صفیہ بہن کے ارشاد کے مطابق منٹو کو سمجھانے کی کوشش کی ۔ اسے اس کی بیوی اور بچیوں کا واسطہ دیا۔ اس کی اندھادُھند شراب نوشی کے بارے میں جو باتیں ہر جگہ ہوتی تھیں ان میں سے دو ایک کو دوہرایا اور آخر میں ہاتھ باندھ کر فریاد کی ''منٹو صاحب! دیکھئے چھوڑ دیجئے اس مصیبت کو۔ چھوڑ نہیں سکتے تو کم کر دیجئے مگر خدا کے لیے اپنے اوپر اور اپنے متعلقین پر اور اپنے پیار کرنے والوں پر رحم کیجئے۔''

منٹو اس دوران میں دو تین پیگ چڑھا چکا تھا۔ اس کا رنگ بالکل مٹّی ہو رہا تھا۔ وہ بولا۔ ''دیکھو احمد ندیم قاسمی، میں نے تمہیں دوست بنایا ہے۔ اپنے ضمیر کی مسجد کا امام مقرر نہیں کیا۔ مجھے وعظ نہ دیا کرو، سمجھے۔''

میں نے بے بسی سے اس طرف دیکھا جہاں صفیہ بہن پردے کے پیچھے میری باتیں سُن رہی تھیں۔ میں کچھ دیر کے بعد وہاں سے اٹھ آیا اور پھر چند روز بعد میں منٹو سے محبت کرنے والے دوسرے دوستوں کے ہمراہ منٹو کا جنازہ اٹھانے جا رہا تھا۔ ❝

... احمد ندیم قاسمی

حرفِ اوّل

منٹو کی زندگی...... اس کے افسانوں کی طرح نہ صرف دلچسپ بلکہ مختصر بھی تھی...... محض بیالیس سال آٹھ ماہ اور چار دن کی اپنی مختصر سی زندگی کا ایک بڑا حصہ لاپرواہی اور لاابالی پن سے بتانے کے باوجود منٹو نے نہ صرف ایک بھرپور زندگی جی بلکہ اسے بازی کی طرح کھیل کر بسر کی...... اہم بات یہ نہیں، اس نے یہ بازی ہاری یا جیتی، اہم بات یہ ہے کہ اس نے یہ بازی کھیلی اور اس کھیل نے اردو فکشن کے منظر نامے کی سب سے اہم، معنی خیز اور خوشگوار واردات کے طور پر اس کی شناخت درج کی...... گو کہ منٹو کی عظمت کو اس کی زندگی میں ہی تسلیم کر لیا گیا تھا مگر موت کے بعد سے اس وقت تک اس کی شہرت، عظمت اور مقبولیت میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ ان برسوں میں دنیا کی مختلف زبانوں میں نہ صرف اس کا ترجمہ ہوا بلکہ فنونِ لطیفہ سے تعلق رکھنے والوں نے منٹو اور اس کے آرٹ کو اپنے اپنے میڈیم سے بھی دریافت کرنے کی کوشش کی۔ یہ کہا جائے تو کچھ غلط نہ ہوگا کہ غیر اردو داں طبقہ اردو شاعری کو اگر غالب کے حوالے سے جانتا ہے تو اردو فکشن کو منٹو کے افسانوں کے وسیلے سے...... آج بھی منٹو کی شخصیت اور فن پر نت نئے مضامین لکھے جا رہے ہیں اور اس کی افسانوی و غیر افسانوی تحریروں کو بدلتے ہوئے perception میں سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش جاری ہے۔ اس سے بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ منٹو شناسی کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا ہے لیکن وسیع ہوتے اس

WWW.KITAABISTAN.COM

دائرے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بیشتر مضامین منٹو کے مشہور اور بدنام افسانوں کے آس پاس ہی ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سب سے زیادہ exposed سمجھے اور مانے جانے والے اس جینئس افسانہ نگار کے پیچیدہ احساسِ نظام کے بارے میں آج بھی ایسا بہت کچھ ہے جسے جاننا، سمجھنا اور پرکھنا باقی ہے۔

منٹو کی شخصیت اور آرٹ سے متعلق اگر تمام اہم مضامین کو جلد بند کیا جائے تو بلاشبہ ایک ضخیم وجحیم کتاب مرتب کی جاسکتی ہے مگر ان مشمولات کا افسوسناک پہلو یہ ہوگا کہ منٹو کے ایک ایک افسانے پر جہاں درجن بھر مضامین اور تجزیے دستیاب ہو جائیں گے وہیں منٹو کی خطوط نگاری، ڈرامانگاری اور خاکہ نگاری پر چار چھ مضامین پر ہی ہمیں اکتفا کرنا ہوگا۔ کہنے کو تو منٹو کے خطوط پر چھٹ پٹ ڈھنگ سے لکھے گئے ڈھیروں مضامین موجود ہیں لیکن ان میں بیشتر نصابی ضرورتوں اور تقاضوں کے تحت آتے ہیں، لہذا ابحث کے دائرے سے باہر ہیں۔ البتہ محمد محسن نے اپنی کتاب ''منٹو کا نفسیاتی جائزہ'' میں ان خطوط کو بنیادی متن بنا کر اگر منٹو کی تحلیل نفسی کی تو وارث علوی نے اپنے مضمون ''منٹو کا ادبی وتنقیدی شعور'' میں خطوط کے حوالے سے منٹو کے تنقیدی شعور کو discover کیا۔ منٹو کی مکتوب نگاری پر لکھے گئے مضامین میں ''منٹو خطوط کے آئینے میں'' کے عنوان سے سلیم اختر نے خطوطِ غالب اور مکتوباتِ منٹو کے تقابلی مطالعہ کے ذریعے دو عظیم فنکاروں کی مشترکہ خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بُعد زمانی کے باوجود دونوں کے خطوط میں ایسی نفسیاتی جھلکیاں ملتی ہیں جو ان کی شخصیت کے نفسی اساس کو سمجھنے میں معاون ہو سکتی ہیں۔ احمد ندیم قاسمی نے مذکورہ مضمون کو اپنی کتاب ''منٹو کے خطوط ندیم کے نام'' میں بطور مقدمہ شامل کیا۔ سلیم اختر کے علاوہ اسی عنوان کے تحت انور سدید نے بھی منٹو کے خطوط کا جائزہ لیا اور جس طرح قاسمی صاحب کو طنز کا نشانہ بنایا ہے وہ مذاق سلیم پر بہت گراں گزرتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی سے انور سدید کی دشمنی جگ ظاہر ہے۔ خود احمد ندیم قاسمی نے ساقی فاروقی کو لکھے اپنے ایک خط میں انور سدید کے حوالے سے لکھا تھا کہ آغا صاحب (وزیر آغا) کے دستِ راست ان پر گالیوں کا طومار مارنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتے۔ اپنے مضمون میں منٹو کی مکتوب نگاری کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انور سدید

یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ: ''منٹو کے اس وسیلے سے احمد ندیم قاسمی بھی زندہ رہیں گے۔'' اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو دنیا منٹو کے خطوط کی اشاعت کے لیے احمد ندیم قاسمی کی ہمیشہ ممنون رہے گی لیکن فکشن اور شاعری کے علاوہ فنون کی ادارت کے حوالے سے قاسمی صاحب نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ محققین اور ناقدین دونوں کے لیے قابلِ رشک ہے۔ لیکن انور سدید منٹو کے خطوط کے بہانے قاسمی صاحب کے جاوداں ہونے کا جو جواز یہاں بتا رہے ہیں وہ ناسمجھی سے زیادہ بدنیتی کا نتیجہ ہے۔

منٹو کے خطوط کو پڑھتے وقت بار بار یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ منٹو شناسوں نے اس کے خطوط کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے اور ان کا حق ادا ہونا ابھی باقی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود منٹو کے نام کا کلمہ پڑھنے والوں کی ناقدانہ کارگزاری اور تجزیاتی کارکردگی میں منٹو کے خطوط دہلیز کے باہر کھڑے نظر آتے ہیں۔ جبکہ منٹو کے تحریر کردہ خطوط اور خاکے اس کی سوانح کے دو اہم باب ہیں اور ان خطوط سے منہ پھیر کر ٹوٹل منٹو کی دریافت میری دانست میں ممکن ہی نہیں۔

منٹو اور قاسمی کے مابین خط وکتابت کا سلسلہ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۸ء تک یعنی گیارہ سال کے لمبے عرصہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو لگ بھگ ۷۶ خطوط پر مشتمل ہے...... دو تخلیق کاروں کے مابین جو رشتہ، جو ناطہ ہوتا ہے اس کا کوئی دستور نہیں ہوتا، یہ رشتہ دونوں اپنے لیے تلاش کرتے ہیں اور خود ہی اسے مل کر خلق کرتے ہیں، لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سارا معاملہ اس قدر نجی ہوتا ہے کہ قریب کے جاننے والے بھی صرف اس کے باہری خول اور اوپری پرت کو ہی سمجھ پاتے ہیں۔ خط کو گھر کا بھیدی کہا گیا ہے اور گھر کے بھیدی سے زیادہ معتبر راوی بھلا کون ہو سکتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی کو لکھے منٹو کے یہ خطوط ہمیں ایک ایسی سعادت ضرور عطا کرتے ہیں کہ ہم اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر شخصیت اور مزاج کے اعتبار سے مختلف بلکہ متضاد ادیبوں کے آپسی رشتوں کی equation کو سمجھ سکیں۔ منٹو نے احمد ندیم قاسمی کو پہلا خط اس وقت لکھا تھا جب وہ ادبی دنیا میں مبتدی کی حیثیت رکھتا تھا اور آخری خط اس وقت جب برصغیر کے طول و عرض میں اس کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا اور وہ نیا قانون، ہتک، منتر، دس روپے کا

WWW.KITAABISTAN.COM

نوٹ، بو، بابو گوپی ناتھ، کالی شلوار اور دھواں جیسے بیسیوں ناقابل فراموش افسانے لکھ چکا تھا۔ اس دوران دونوں میں دوستی اور خلوص کا رشتہ جاری رہا مگر ۱۹۴۸ء میں منٹو کے بمبئی سے ہجرت کر کے لاہور چلے جانے کے بعد رفاقت کا یہ دھاگا ٹوٹا تو نہیں مگر میلا ضرور ہو گیا۔ ایک دوسرے کو اچھا اور اچھی طرح سمجھنے کے باوجود نظریات کی جنگ کی وجہ سے مٹی کے یہ دو ڈھیلے جو بقول منٹو ''لڑھک لڑھک کر ایک دوسرے کے قریب آنا چاہتے ہیں۔'' اچانک دور ہوتے چلے گئے اور ان کے رشتوں پر اجنبیت کی پرت چڑھتی چلی گئی۔ ترقی پسند تحریک پر یہ بڑا بھاری وقت تھا جب وہ جمہوری تنظیم سے ایک نعرہ بننے کے لیے پر تول رہی تھی اور left is right جیسے نعروں کے لیے ادیبوں سے غذا فراہم کرنے کا مطالبہ اور غیر ادبی معیاروں کی ہمنوائی کے لیے دلائل پیش کر رہی تھی۔ منٹو اور حسن عسکری کی ذہنی قربت کے حوالے سے ترقی پسند خیمہ میں ہونے والا واویلا اس کی عبرت ناک مثال ہے۔ حیرت ہوتی ہے احمد ندیم قاسمی جیسے متوازن، معتدل اور متحمل مزاج شخص نے بھی دوسرے ترقی پسند ادیبوں کے ساتھ سُر میں سُر ملاتے ہوئے منٹو کے نام ایک کھلا خط لکھا اور منٹو کی نام نہاد ادبی بے راہ روی کو نشان زد کرتے ہوئے راہ راست پر لانے کی کوشش اور تلقین کی تھی جس کے جواب میں غصے سے بلبلاتے ہوئے منٹو نے احمد ندیم قاسمی سے کہا تھا ''تم نے میرے نام کھلی چٹھی لکھی ہے میں تمہارے نام کسی اور رسالے میں بند چٹھی لکھوں گا۔'' خیر منٹو نے احمد ندیم قاسمی کے نام بند یا کھلی چٹھی تو نہیں لکھی مگر اپنے نام قاسمی کے لکھے خطوط کا بنڈل نذر آتش کر دیا۔ چونکہ قاسمی صاحب کو منٹو کی شخصیت سے پیار اور اس کے فن سے عقیدت تھی اس لیے جواب میں انہوں نے ایسا نہیں کیا ورنہ منٹو کے ان خطوط سے آج دنیا محروم ہوتی۔ منٹو نے ایک سطر کا بھی خط لکھا تو قاسمی صاحب نے نہ صرف اسے محفوظ رکھا بلکہ دوسروں کے جتنے بھی خطوط مل پائے انہیں 'منٹو کے پیارے غصے کے نام' معنون کرتے ہوئے کتابی شکل میں شائع کر دیے اور یوں نہ صرف منٹو کے خطوط کا یہ قیمتی سرمایہ ضائع ہونے بچ گیا بلکہ منٹو شناسی کے باب میں اس نے ایک تاریخی ضرورت کو بھی پورا کر دیا۔

گو کہ منٹو بسیار مکتوب نگار نہیں تھا مگر احمد ندیم قاسمی سے اس کی خط و کتابت لگ بھگ

دس سال تک جاری رہی اور جس کثرت اور تواتر سے منٹو نے خط لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ منٹو خط کا جواب دینے میں بہت مستعد نہ ہو تب بھی باقاعدگی سے جواب دیا کرتا تھا۔ لگ بھگ پچیس برسوں پر محیط اپنی ادبی زندگی میں منٹو امرتسر، لاہور، بمبئی، پونا اور دہلی میں رہا۔ ظاہر ہے کئی افراد سے اس کے دوستانہ تعلقات رہے اور یہاں وہاں کے حوالوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے بہت سوں کے ساتھ اس کی خط و کتابت بھی رہی جن میں ابو سعید قریشی، شاہد احمد دہلوی، سردار جعفری، فیض احمد فیض، حمید اختر، نریش کمار شاد، ن۔ م۔ راشد، چودھری نذیر احمد، فکر تونسوی، چودھری اقبال، سید نسیم، خدیجہ مستور اور گوپال متل شامل ہیں۔ منٹو جیسے کثیر الاحباب شخص نے جو خطوط لکھے ہوں گے، ان کی تعداد ہزاروں میں نہ سہی سیکڑوں میں تو ضرور ہو سکتی ہے۔ مگر کم نصیبی سے ابھی تک وہ خطوط ہمیں دستیاب نہیں ہیں۔ اگر یہ خطوط دریافت ہو جائیں تو منٹو شناسی کے باب میں ہمارے ہاتھ کیا لگے گا اس بارے میں سردست قیاس آرائی ہی کی جا سکتی ہے مگر ایک بات طے ہے اس کے بعد شاید منٹو کی سوانح کو خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد مل سکے۔

''آپ کا سعادت حسن منٹو'' منٹو کے خطوط کی یہ کتاب شروع ہوتی ہے اختر شیرانی کو لکھے گئے خط سے اور ختم ہوتی ہے مہدی علی خان کے نام لکھے گئے سفارشی خط پر۔ پہلا خط لکھا گیا تھا جنوری ۱۹۳۷ء میں جبکہ آخری خط پر ۱۷ رجنوری ۱۹۵۵ء کی تاریخ ثبت ہے یعنی اپنے انتقال سے صرف ایک دن پہلے۔ پہلے اور آخری خط کے درمیان محض اٹھارہ سال کا وقفہ ہی حائل نہیں ہے بلکہ منٹو کا ذہنی اور فنی ارتقاء بھی سانسیں لے رہا ہے۔

منٹو کے موضوع پر میرے تحریر کردہ مضامین کو 'بلیک ورڈس' جیسے پبلشنگ ادارے نے جب شائع کرنے کی پیش کش کی تو بے انتہا خوشی ہوئی۔ لیکن میری خواہش تھی کہ ان مضامین سے قبل ''منٹو کے خطوط احمد ندیم قاسمی کے نام'' کتاب کسی طرح re-print ہو جائے۔ احمد ندیم قاسمی اور دوسرے دوستوں اور جاننے والوں کو لکھے گئے منٹو کے خطوط کی یہ اہم کتاب کئی برسوں سے ہندوستان میں آؤٹ آف اسٹاک بھی ہے اور آؤٹ آف پرنٹ بھی..... ''بلیک ورڈس'' نے میری درخواست اس شرط کے ساتھ قبول کر لی کہ منٹو کے نو

WWW.KITAABISTAN.COM

دریافت شدہ خطوط مع ایک مبسوط دیباچہ اس میں شامل ہو، میں نے ہامی بھرلی۔ منٹو کے افسانے، خاکے، ڈرامے اور مضامین تو عنوانات بدل بدل کر گاہے بہ گاہے پبلشر شائع کرتے رہتے ہیں لیکن حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ منٹو کے تحریر کردہ خطوط کا کوئی ایڈیشن بازار میں موجود نہیں ہے۔ سوچا کہ ان خطوط کے ساتھ منٹو کے وہ خطوط اور رقعے بھی جو یہاں وہاں رسائل میں بکھرے پڑے ہیں انہیں ایک مالا میں پرو دیا جائے، گو کہ تعداد میں وہ زیادہ نہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا بنیادی ماخذ 'منٹو کے خطوط'، احمد ندیم قاسمی، پہلا ایڈیشن، ۱۹۶۲ء مطبوعہ نقوش پریس لاہور، ہے۔ یہاں اس امر کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ احمد ندیم قاسمی کے علاوہ نقوش، شاعر، سویرا، دریافت، شعور، اردو ادب کے مدیران نے اپنی مختلف اشاعتوں میں منٹو کے دوستوں کے خطوط اگر شائع نہ کیے ہوتے تو انہیں جمع کرنے میں میرے لیے آسانیاں پیدا نہ ہوئی ہوتیں۔ میں تہہ دل سے ان کا مشکور ہوں۔

ان خطوط کو کتابی شکل میں شائع کرنا ہرگز ممکن نہ ہوتا اگر میرے محسن شاہد ندیم کی کرم فرمائیاں شریک حال نہ ہوتیں۔ میں شکرگزار ہوں الیاس شوقی صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کے مسودّے کو پڑھتے ہوئے اپنے مشوروں سے نوازا اور اظہر خان صاحب کا جنہوں نے پروف کو پڑھنے کی زحمت اٹھائی۔

میں اگر اپنی بیگم نجمہ اسلم سے اظہار تشکر نہ کروں تو شاید مناسب بات نہ ہو جنہوں نے میری ہر کاوش پر خوشی کا اظہار کیا۔

محمد اسلم پرویز

ممبئی

مضطرب روح کا تنہا سفر

(منٹو اپنے خطوط کے حوالے سے)

محمد اسلم پرویز

شخصیت کو اگر انسان کی ذہنی سرگزشت کا سب سے بڑا مظہر مانا جائے تو خطوط کسی بھی فنکار کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کو سمجھنے کا سب سے بہتر اور معتبر وسیلہ ہی نہیں بجائے خود شخصیت کا بلیو پرنٹ کہے جا سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی فنکار اپنی سیرت و سوانح کو اس طرح بے کم و کاست کہیں اور پیش نہیں کرتا جیسا وہ اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لکھے گئے خطوط میں کرتا ہے اور اسی لیے خطوط کے حوالے سے کسی بھی فنکار کی شخصیت اسکے ذہنی وقوعوں و ذہنی آویزشوں کو سمجھنا نہایت اہم، دلچسپ اور نسبتاً کم گمراہ کن ہوتا ہے۔

گو کہ خطوط اور کچھ نہیں محض دو افراد کے مابین ایک پرائیویٹ گفتگو کی تحریری دستاویز ہیں لہذا انہیں پڑھنا دوسروں کی نجی زندگی میں جھانکنے کے مترادف ہے۔ شاید اسی لیے رشید احمد صدیقی نے کہا تھا کہ میری نظر میں اچھے اور پسندیدہ خطوط وہ ہیں جنہیں پڑھ کر فوراً تلف کر دیا جائے اور شمس الرحمٰن فاروقی نے صفیہ اختر کے خطوط "زیرِ لب" کی اشاعت کو فحاشی قرار دیا تھا۔ مکتوب نگاری کو فنِ لطیف کا درجہ دینے کے باوجود اسے آرٹ کے پیمانوں پر پرکھنے میں ہو سکتا ہے انہیں تامل ہو جو آرٹ کو شخصیت کا اظہار نہیں شخصیت سے فرار

WWW.KITAABISTAN.COM

مانتے ہیں۔

تو کیا منٹو کے آرٹ کو اس کے خطوط کے حوالے سے سمجھنا سعی لاحاصل ہے؟

منٹو خود اپنے بارے میں لکھتا ہے۔

''یہ بھی ہو سکتا ہے سعادت حسن مر جائے اور منٹو نہ مرے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ منٹو خود اپنی شخصیت اور اپنے آرٹ کو دو الگ خانوں میں بانٹتا ہے مگر سچی بات تو یہ ہے کہ منٹو کی زندگی میں اس کا آرٹ گوشت میں ناخن کی طرح پیوست ہے اور دونوں کو الگ الگ کر کے دیکھنا، پرکھنا اور سمجھنا ممکن نہیں۔ منٹو نے اپنی زندگی اور آرٹ کو ایک وحدت کے طور پر برتا اور شاید اسی لیے دونوں ایک دوسرے کے منطقی لاحقے کے لیے نہ صرف ناگزیر ہیں بلکہ بجائے خود ایکدوسرے کا تکملہ ہیں۔ اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ منٹو نے ہی محض اپنے آرٹ کو خلق نہیں کیا بلکہ اس کے آرٹ نے بھی منٹو کے تشخص کی تعمیر و تشکیل کی۔ زندگی کے بعض سچے جذبات اور احساس سے منٹو محروم رہتا اگر اس نے اپنی افسانوی کائنات میں سانس لینے والے کرداروں کی باطنی صداقتوں کو دریافت نہ کیا ہوتا۔ وارث علوی نے بھی اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ انسانی زندگی میں پھیلی ہوئی مہیب تنہائی اور ہولناک سناٹا کیا ہوتا ہے منٹو کبھی نہیں سمجھ پاتا اگر اس نے ''ہتک'' جیسی کہانی نہیں لکھی ہوتی۔

مجموعی طور پر منٹو کی ادبی زندگی کے دو اہم phase ہیں...... تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد...... زندگی کا پہلا دور منٹو نے امرتسر، بمبئی، پونا اور دہلی میں گذارا جبکہ دوسرا دور اس کی زندگی کے اس عہد کا احاطہ کرتا ہے جب وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان چلا گیا تھا۔ منٹو کی مرقع نگاری اگر اس کی زندگی کے دوسرے حصے کی یادگار ہیں جب وہ مملکت خداداد میں بیٹھ کر ماضی کی چمک دمک اور بمبئی کی فلم نگری سے وابستہ ہم پیالہ ہم نوالہ دوستوں اور عزیزوں سے متعلق لکھ رہا تھا تو خطوط اس وقت کی جب وہ بمبئی اور دہلی میں مقیم تھا اور اپنے دوست احمد ندیم قاسمی سے مراسلاتی مکالموں میں مصروف تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مکتوبات

منٹو میں ہمیں بمبئی اور دہلی کے حالات زندگی سے متعلق زیادہ معلومات موصول نہیں ہوتی ان شہروں سے منسوب آپسی رقابتیں، رنجشیں، دشمنیاں، انتقامی جذبے، معاصرانہ چشمک، ادبی و سماجی و فلمی سیاست اور مسائل کا عکس اور موڈ بیان کرنے میں مکتوب نگار نے کوئی زیادہ انہماک نہیں دکھایا ہے۔ غرض کہ منٹو کے خطوط نہ تو زندگی اور زمانے کے بھیدوں کو ٹٹولتے ہیں نہ دوستوں اور دشمنوں کی محبت اور نفرتوں کی تہوں کو کھولتے ہیں۔ اس کی تفصیل ہمیں اگر کہیں ملتی ہے تو منٹو کے خاکوں میں...... زیادہ تر خطوط واقعاتی اور اطلاعاتی انداز میں لکھے گئے ہیں جبکہ کچھ خطوط ان ذہنی آویزشوں سے عبارت ہیں جن سے منٹو بحیثیت فن کار نبرد آزما تھا...... گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ منٹو کے تحریر کردہ خاکے اس کی فلمی زندگی اور اس عہد کی جیتی جاگتی تصویروں کا نگارخانہ ہیں تو خطوط اس کی باطنی اور ذہنی زندگی کا آئینہ خانہ۔

منٹو کل وقتی مکتوب نگار نہیں تھا مگر جس کثرت اور تواتر سے اس نے قاسمی صاحب کو خط لکھے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ منٹو خط کا جواب دینے میں بہت مستعد نہ بھی ہو تو بھی باقاعدگی سے جواب دیا کرتا تھا۔ منٹو اور قاسمی کے مابین خط و کتابت کی شروعات قلمی دوستی سے ہوئی اور پھر دھیرے دھیرے یہ قلمی دوستی جذباتی وابستگی کی تمہید بن گئی۔ منٹو نے جس شیفتگی، انہماک، خلوص اور برادرانہ شفقت سے خط لکھے ہیں اس سے کاتب اور مکتوب الیہ کے تعلقات کی قربت کا پتہ چلتا ہے گو کہ مزاج کے اعتبار سے دونوں ایکدوسرے سے مختلف بلکہ متضاد تھے۔ وقت کے دھڑکتے لمحوں میں منٹو نے جو بھی محسوس کیا اسے پوری شدت اور سلیقے سے مگر conversational انداز میں بیان کر دیا۔ کئی بار تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے منٹو خود سے مصروف گفتگو ہے...... اس کی باتوں میں نہ کہیں رعونت ہے اور نہ ہی بے جا انکسار ہے۔ ان خطوط کے ذریعے منٹو کی جو تصویر قاری کے ذہن میں تیار ہوتی ہے اس کو اگر ایک جملے میں بیان کرنا ہو تو A man without mask کہا جا سکتا ہے۔ بحیثیت ایک سماجی فرد اور بحیثیت فنکار جو کروکشیتر اس کے باطن میں جاری تھا اس کی جھلکیاں اور جھانکیاں بھی ان خطوط میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اپنی بات کی توثیق کے لئے ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اپنی نجی زندگی میں وہ جن تجربوں سے گزر رہا تھا اسے فنکارانہ تجربے میں محفوظ کرنے کی خواہش کا اظہار منٹو اپنے

WWW.KITAABISTAN.COM

ایک خط میں اس طرح کرتا ہے۔

''میں بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں مگر نقاہت ...... یہ مستقل تھکاوٹ جو میرے اوپر طاری ہے کچھ کرنے نہیں دیتی۔ اگر مجھے تھوڑا سکون بھی حاصل ہو تو میں وہ بکھرے ہوئے خیالات جمع کر سکتا ہوں جو برسات کے پتنگوں کے مانند اڑتے رہتے ہیں۔ مگر...... اگر اگر...... کرتے ہوئے کسی روز مر جاؤں گا اور آپ بھی یہ کہہ کر خاموش ہو جائیں گے کہ منٹو مر گیا۔ منٹو تو مر گیا صحیح ہے...... مگر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ خیالات بھی مر جائیں گے جو اس کے دماغ میں محفوظ ہیں۔

اگر کوئی صاحب میرے ساتھ وعدہ کریں کہ وہ میرے دماغ میں سے سارے خیالات نکال کر ایک بوتل میں ڈال دیں گے تو منٹو آج مرنے کو تیار ہے۔ منٹو، منٹو کے لیے زندہ ہے...... مگر اس سے کسی کو کیا...... منٹو ہے کیا بلا...... چھوڑو اس فضول قصے کو۔ آیئے کوئی اور بات کریں''

افسانوں، خاکوں، مضامین اور ڈراموں میں منٹو کی شخصیت کی مختلف تصویریں جگمگاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں...... مگر ان خطوط کے پردے پر منٹو کا جو پروفائل ابھرتا ہے وہ اس سے قطعی مختلف ہے۔ منٹو کی شخصیت کے ہشت پہلو ہمیں ان خطوط میں نظر نہیں آتے۔ بیشتر خطوط میں اضمحلال کی کیفیت ایک پرت کی طرح تنی ہوتی ہے۔

''میری زندگی ایک دیوار ہے جس کا پلستر میں ناخنوں سے ادھیڑتا رہتا ہوں۔ کبھی چاہتا ہوں کہ اس کی تمام اینٹیں پراگندہ کر دوں۔ کبھی جی چاہتا ہے اس کے ذریعے ایک نئی عمارت کھڑی کر دوں۔ اس ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہوں۔ دماغ ہر وقت کام کرنے کے باعث تپتا رہتا ہے۔ میرا نارمل درجہ حرارت ایک ڈگری زیادہ ہے جس سے آپ میری اندرونی تپش کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔''

''کچھ بھی ہو مجھے اطمینان نصیب نہیں۔ میں کسی سے مطمئن نہیں ہوں۔ ہر شے میں مجھے ایک کمی محسوس ہوتی ہے۔ میں خود اپنے آپ کو نامکمل سمجھتا ہوں مجھے اپنے سے کبھی تسکین نہیں ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں جو کچھ ہوں، جو کچھ میرے اندر ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے بجائے کچھ اور ہونا چاہئے۔''

منٹو طبعاً خوش دل اور شگفتہ مزاج تھا۔ روزمرہ کی زندگی اور مجلسوں میں اس کی گفتگو کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔ مگر منٹو کے یہ خطوط اس کی خوش مزاجی کی شہادت نہیں دیتے خوش گفتاری کے بجائے بیشتر خطوط میں منٹو اداس نظر آتا ہے اور یہ اداسی اس آدمی کی اداسی ہے جو زیادہ حساس ہے، زیادہ سوچتا ہے اور زیادہ ذہین واقع ہوا ہے۔ ایک بے چینی، بے کیفی، بے اطمینانی اور اضطراب کے لمحات منٹو اس وقت بھی محسوس کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جب وہ مسرت اور انبساط کے لمحات میں ہو۔

''بعض اوقات ایسا محسوس ہے کہ دنیا ساری کی ساری مٹھی میں چلی آئی ہے اور بعض اوقات یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہاتھی کے جسم پر چیونٹی کی طرح رینگ رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا complex ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس سے روح اور دماغ کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔''

میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس ایک سوئچ بورڈ (swtich board) آ جائے جس سے میں حسب خواہش روشنیاں پیدا کر سکوں جس وقت چاہوں گھپ اندھیرا کر دوں اور جس وقت چاہوں روشنی کا سیلاب بہا دوں۔ کیا ایسی چیز مل جائے گی...... کچھ کہا نہیں جا سکتا''

اس اداسی اور بے کیفی و بے زاری کی ایک وجہ اس کی صحت بھی تھی۔ صحت تو منٹو کی کبھی اچھی نہیں رہی۔ تپ دق سے لے کر جنوں تک چھوٹے موٹے بیسیوں عارضے اسے لاحق رہے

WWW.KITAABISTAN.COM

دو تین بار باضابطہ قسم کا بیمار بھی پڑا۔ ان خطوط میں منٹو نے اپنی پہنچ گرتی صحت اور بیماری کا ذکر تفصیل سے نہ ہی مگر ایسی اپنائیت اور چاؤ سے کیا ہے کہ لگتا ہے جیسے بیماریوں سے اسے پیار ہو گیا ہے حالانکہ ان تمام بیماریوں کے باوجود منٹو نے چاق و چوبند زندگی گزاری۔ اپنی ترنگوں میں چلتے رہنے کے باوجود آخری لمحوں تک زندگی کے ٹھوس حقائق سے جوجھتا رہا۔ زندگی بھر پیسوں کے ہاتھوں پریشان رہا پھر بھی اپنی زندگی میں ایک خوش گوار ترتیب اور سلیقہ پیدا کرنے کی کوشش سے کبھی منہ نہیں موڑا۔ ظاہر ہے ایک مزدور کی طرح کام کرنے اور اپنی محنت اور صلاحیتوں کے مطابق و موافق معاوضہ نہ ملنے کا دکھ، قلق اور بے چینی تو اسے تھی ہی جس کا اظہار اس کے مختلف خطوط میں ملتا ہے۔

”مجھ سے پوچھو یہ افسانہ نگاری بکواس ہے۔ جس کا عوض صرف شکریہ ہے۔ میرا ڈاکٹر جو ہر روز دوا بھیجتا ہے شکریہ کے علاوہ روپے بھی مانگتا ہے۔ کل اس نے ایک روپیہ واپس بھیج دیا۔ اس لیے کہ اس میں کھنکھناہٹ کم تھی۔ خیال تھا کہ کل افسانہ شروع کروں گا مگر اس کم کھنکھناہٹ والے روپے کو ہتھیلی پر رکھا تو میری سب کھنکھناہٹ غائب ہو گئی۔“

اصل بات یہ تھی کہ منٹو جو زندگی جی رہا تھا اس کا باطن اسے پوری طرح قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہ نہ تو اس زندگی کو دھتکار پا رہا تھا اور نہ ہی پوری طرح اس کا حصّہ بن پا رہا تھا۔ اس نے اپنی ساری قوت ان دونوں میں ایک خوشگوار سلیقہ پیدا کرنے میں جھونک دی تھی۔ ایک طرف غیر تخلیقی ماحول سے سمجھوتا تو دوسری طرف اپنے وجود کے تحفظ کی تگ و دو۔ اسی کشمکش کا اظہار منٹو نے اپنے خطوط میں مختلف پیرائے میں کیا ہے۔ منٹو کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آئے جب اسے لگنے لگا کہ اس کے آس پاس ہر اس چیز کا فقدان ہے جو زندگی کے لیے خوش آئند ہے اور تب اسے یہ کہنے کے لیے مجبور ہونا پڑا۔

”آپ بے فکر رہیں مجھے ابھی زندہ رہ کر بہت سے تماشے دیکھنے ہیں۔“

”دراصل اس دنیا میں آرٹسٹوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔“

”خودکشی کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ مجھ سے اتنی ہمت نہیں ہو سکتی تھی۔“

ویسے تو موت کئی لکھنے والوں کے لیے ایک بہت بڑا obsession رہی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں منٹو اپنے بارے میں کئی بار دوہرا چکا تھا ”اب یہ ذلّت ختم ہونی چاہیے“ مگر اپنی موت سے بہت پہلے جب وہ بمبئی میں مقیم تھا تب بھی موت منٹو کے لیے زندگی کی معنویت تلاش کرنے کا جھروکہ اور قدروں، آدرشوں اور کیفیتوں کو دوبارہ جانچنے کا ذریعہ رہی تھی وہ لکھتا ہے۔

”زندگی کا معنی جیسا کہ میں سمجھتا ہوں ایک طویل موت ہے۔“

ان ہی لمحات میں جب منٹو کو اپنا وجود بے معنی سا محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ تورگنیف کے الفاظ میں چھکڑے کے پانچویں بے معنی پہیے کی مانند خود کو فضول سمجھنے لگتا ہے ایسے میں احمد ندیم قاسمی کے کام آ جانے کو اپنی بے مقصد زندگی کی معنویت سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے

”کھائی میں پڑی ہوئی اینٹ اگر کسی دیوار کی چنائی میں کام آ سکے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔“

دوست بنانے اور دوستیاں نبھانے میں اٹوٹ ایقان رکھنے والے منٹو کی جھلک ــــ ان خطوط میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ جب وہ احمد ندیم قاسمی سے کبھی فلموں کے لیے گیت لکھواتا ہے تو کبھی فلمی گیتوں کے رموز سے آگاہ کرتا ہے۔ کبھی فلم تکنیک کے اسرار آشکار کرتا ہے کبھی ریڈیو کے لیے opera لکھنے کی پیش کش کرتا ہے تو کبھی مکالمے لکھنے کا فن اسے سمجھاتا ہے۔ منٹو کے خطوط میں یہ ساری تفصیلات بھری پڑی ہیں۔ یہی نہیں قاسمی صاحب کی کہانیوں کے مسودے صاف کرتا ہے اور ان کی تحریروں کی نوک پلک سنوارتا ہے۔ غرض یہ کہ اس وقت منٹو ہمیں احمد ندیم قاسمی کی اسی طرح سے رہنمائی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جیسے کبھی باری علیگ نے اس کی رہنمائی کی تھی۔

WWW.KITAABISTAN.COM

باقر مہدی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ منٹو اپنی کہانیوں کا آپ عکس تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حقیقی زندگی میں اس کا برتاؤ اپنی کہانیوں کے کرداروں کا سا ہوتا تھا جو کہانی سے نکل بھاگا ہو۔ منٹو کے مختلف افسانوی کردار سوگندھی، خوشیا، کیشو لال جس داخلی تصادم سے نبرد آزما تھے اس کی جھلکیاں خود منٹو کے کردار میں بھی ملتی ہیں۔ اپنے ہی ایک افسانے ''ٹیڑھی لکیر'' کا کردار جو آدابِ محفل کی پرواہ بغیر اپنے دل کی بات کہہ سکتا تھا کہ ''مجھے آپ سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی'' وہ تیور خود منٹو کی شخصیت میں موجود تھے۔ دیوندر ستیارتھی کے تعلق سے اپنی رائے کا اظہار وہ بے دریغ کرتا ہے۔

''دیوندر ستیارتھی کا فون آیا تھا۔ میں نے اس کو گالیاں دیں۔ میرے دل میں اس کے متعلق جو خیالات بھی تھے ان کا اظہار کر دیا۔ اور اسے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ میں تم سے ملنا نہیں چاہتا۔''

اسی طرح احمد ندیم قاسمی جب اپنی موافقت میں ایک توصیفی نوٹ لکھنے کی فرمائش کرتے ہیں تو منٹو مصلحت اور مصالحت کو بالائے طاق رکھ کر اپنے منٹوی انداز میں انکار کر دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''مصور میں آپ کی نظم شائع ہو رہی ہے آپ نے جس نوٹ کے بارے میں لکھا ہے وہ میں شائع نہیں کر سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے بارے میں اُس وقت تک کچھ نہیں لکھنا چاہتا جب تک مجھے خود اس کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے کہنے پر ایسا کرنا پسند نہیں کرتا...... میں اپنے قلم سے کوئی ایسا مضمون نہیں دیکھنا چاہتا جو بعد میں مجھے پسند نہ آئے۔''

ظاہر ہے منٹو یہ باتیں کسی احساسِ برتری، رعونت یا جذبہ تکبر کے تحت نہیں کہہ رہا تھا بلکہ یہ شخصیت کا بے ریا اور بے باکانہ اظہار تھا، ہر طرح کے تصنع، احتیاط اور مصلحت سے عاری...... حیرت ہوتی ہے منٹو کے بیشتر دوستوں اور ساتھیوں کا خیال تھا کہ منٹو کو اپنے دوستوں پر

رعب جمانے کا بڑا شوق تھا۔ اس کو ہمیشہ یہ احساس رہتا تھا کہ وہی سب سے اچھا لکھنے والا ہے اور یہ کہ وہ اپنے آگے کسی کو نہیں گردانتا...... جس کا اظہار عصمت چغتائی سے لے کر شاہد احمد دہلوی تک نے جا بجا اپنے مضامین میں کیا ہے۔ مگر منٹو کے یہ خطوط اس کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کو لکھے گئے خطوط میں کہیں کوئی لائن اکڑی یا اینٹھی ہوئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی personality problem میں مبتلا نظر آتا ہے۔ گوپی چند نارنگ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''منٹو کو دوست احباب تو بہت ملے لیکن اس کا سفر مضطرب روح کا تنہا سفر تھا جسے اس کی زندگی میں بہت کم کسی اور نے سمجھا بلکہ بالعموم منٹو کو غلط ہی سمجھا گیا۔''

بے تکلف دوستوں کو لکھے گئے خطوط اپنے جذبہ نرگسیت کی نکاسی کا سب سے موثر، محفوظ اور معتبر سہارا ہوتے ہیں مگر خطوطِ منٹو میں ایسے کسی جذبے کی تسکین نہیں جھلکتی۔ اپنے افسانوں کا ذکر منٹو کے خطوط میں جا بجا ہے مگر اس سے زیادہ نہیں کہ یہ افسانہ آپ کو پسند آئے گا اپنے افسانوں پر رائے کا بھی وہ بے صبری اور بے چینی سے منتظر ہوتا تھا مگر افسانے کو پروجیکٹ کرنے کی کوشش کہیں نہیں۔ ہتک، نیا قانون، خوشیا، نعرہ جیسے افسانوں کا ذکر بھی اطلاعاتی انداز میں کر رہا ہے۔ یہی نہیں جب احمد ندیم قاسمی ''نیا قانون'' کی بڑھ چڑھ کر تعریف کرتے ہیں تو وہ کیا کہتا ہے اس کی زبانی سنیے:

''نیا قانون کے متعلق آپ نے ضرورت سے زیادہ تعریف کی ہے۔ شکریہ۔ لیکن یہ خیال رکھیے گا میں اپنی تعریف سن کر بہت جلدی پھول جایا کرتا ہوں یہ میری ایک کمزوری ہے۔''

دوستوں کو لکھے گئے اکثر خطوط جذبہ نرگسیت کی نکاسی کے علاوہ wash basin کے خوشگوار فرائض بھی بخوبی انجام دیتے ہیں۔ جہاں کاتب، مکتوب الیہ سے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے متعلق بے چینی اور frustration کو بلا تکلف خطوں میں اگل دیتا ہے۔ لیکن

WWW.KITAABISTAN.COM

منٹو کے خطوط ان آرائشوں و آلائشوں سے پاک ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو (دلّی) کی ملازمت کے دوران منٹو دوستوں سے متعلق جس جذباتی اور ذہنی صدمے سے دوچار تھا اس کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ دوستوں اور ان کی دوستی کے بارے میں بالکل استفسار نہ، اس کا اعادہ بہت مشکل ہے۔ ایک طرف اوپندر ناتھ اشک اپنی تحریروں اور دوستوں میں منٹو کو برا بھلا کہہ رہے تھے، اس کے خلاف سازشیں کر رہے تھے اور اُدھر منٹو اشک کے روبرو تو اس کی ''کپال کریا'' (ہندؤں میں داہ سنسکار میں کھوپڑی توڑنے کی رسم) ادا کرنے کی اپنی خواہش کا اظہار تو کھلے بندوں کر رہا تھا مگر احمد ندیم قاسمی کو لکھے گئے خطوط میں اشک یا دوسرے دوستوں سے متعلق اس سے زیادہ نہیں کہتا کہ:

> ''بمبئی کی زندگی اور یہاں کی زندگی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں میں دوست نما دشمنوں سے الگ تھلگ تھا لیکن یہاں ایسے بے شمار لوگوں سے ملنا پڑتا ہے جس کے باعث کوفت ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے اس اضمحلال کا اور یہی باعث ہے آپ کو خط نہ لکھنے کا۔''

ایک ایسا شخص جو اپنے آگے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا ہو اور جولیس سیزر کی طرح جو دوست نما دشمنوں میں گھرا ہوا ہو، ظاہر ہے اس کی رعونت اپنے غم اور غصّے کا اظہار اور دل کا بخار کم سے کم اس پیرائے میں نہیں نکالے گی۔ اشک ہی نہیں ان خطوط میں دیوندر ستیارتھی، فیض، بیدی، ن۔م۔ راشد اور دوسرے دوستوں و ہم عصروں کی شکایتوں کی گونج ملتی ہے اور نہ ہی professional rivalary کی بوباس۔

اپنی زندگی میں منٹو الگ تھلگ رہنے والا شخص نہیں تھا۔ دوستوں کی محفل میں کچھ تو وہ بولتا تھا، کچھ اس کی باتیں بولتی تھیں۔ لہذا دوستوں پر رعب جمانے کا شوق بھی منٹو کا ایک فراڈ تھا۔ حقیقی زندگی میں منٹو کا احساسِ برتری اور کچھ نہیں محض ایک فریبِ نظر ہے۔ چونکہ منٹو ذکی الحس تھا، اس کی انا کی دھار بھی بہت تیز تھی اسی انا نے اگر اسے عظمت کا احساس عطا کیا تھا تو اسی نے اس کے نفس کی حفاظت بھی کی، اس کی انفرادیت کو چمکایا بھی۔ منٹو کے احساس خودی نے خود

پرستی کا نقاب نہیں اوڑھا، کم تر سے کم تر آدمی سے بھی اس کی سطح پر آکر ملنے کی جو صلاحیت منٹو کو حاصل تھی وہ بہت کم فنکاروں کو نصیب ہوئی ہے۔ منٹو کی عمر کا ایک بڑا حصہ نہایت محدود دائرے میں گزرا مگر عوام الناس سے اس کا رشتہ بہت سہج اور سرَل تھا۔ بقول محمد حسن عسکری منٹو اپنے چھوٹے سے چھوٹے احساس اور جذبے کو دبانے یا رد کرنے کا قائل نہیں تھا۔ ہر چیز اس کے اندر کوئی نا کوئی ردِ عمل پیدا کرتی تھی اور وہ اس ردِ عمل کو قبول کر لیتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس زمیں اور آسمان کے بیچ منٹو کے لیے کوئی بھی شخص، کوئی بھی تجربہ حقیر یا دلچسپی سے خالی نہیں تھا۔ میرے خیال میں جن میلانات نے سعادت حسن کی شخصیت کی تعمیر کی تھی تو اسی نے منٹو کے آرٹ کی تشکیل بھی کی تھی۔ سعادت حسن اور منٹو دو اکائی نہیں بلکہ ایک ہی فنومینا کے دو پہلو ہیں جو ایکدوسرے کو مسلسل توڑتے پھوڑتے رہتے تھے۔ اس کی تحریریں وہ آئینہ اور وسیلہ ہیں جہاں سے ہم absolute منٹو کو دریافت کر سکتے ہیں، اس کے لیے اسے کہیں باہر سے ڈھونڈ کر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی زندگی کے تشکیلی دور میں احمد ندیم قاسمی کو لکھے گئے منٹو کے یہ خطوط ان تخلیقی وارداتوں اور باطنی آویزشوں کے شاہد ہیں جن سے سعادت حسن اور منٹو دونوں نبرد آزما تھے۔

☆☆☆

WWW.KITAABISTAN.COM

خطوط منٹو

اختر شیرانی کے نام

(یہ خط منٹو اور احمد ندیم قاسمی کے درمیان تعارف کا ذریعہ بنا)

(۱)

ایڈیٹر انچارج
مصور ویکلی
سیکنڈ پیر خان اسٹریٹ۔ بمبئی۔ ۸
(جنوری ۷ ۱۹۳ء)

مکرمی و معظمی جناب اختر صاحب

السلام علیکم۔ علالت اور مصروفیت کے باعث آپ کی خدمت میں کوئی خط ارسال نہ کر سکا، جس کا مجھے افسوس ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ کی صحت اچھی ہوگی۔

''رومان'' کے پرچے باقاعدہ مل رہے ہیں۔ شکریہ۔ سالنامہ، مضامین اور ترتیب کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ رومان صحیح معنوں میں ''جوان افکار'' کا علم بردار ہے۔ اس شمارے میں جتنے بھی افسانے شائع ہوئے ہیں سب کے سب فنی نقطہ نگاہ سے معیاری ہیں۔ خاص کر

WWW.KITAABISTAN.COM

"بے گناہ" مجھے بے حد پسند آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ میں اس کے قابل مصنف جناب احمد ندیم قاسمی، بی۔ اے سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ براہ کرم ان کے پتے سے بواپسی ڈاک مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

مصور کے آئندہ پرچے میں "رومان" پر مفصل ریویو شائع ہو رہا ہے۔

میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف تحریر فرمائیں۔ میں ان دنوں امپیریل فلم کمپنی کا بھی کام کر رہا ہوں اور اگر آپ فلم کے لیے کوئی اسٹوری دینا چاہیں تو میں اس کا انتظام کر سکتا ہوں۔

احمد ندیم صاحب قاسمی کے پتے سے ضرور آگاہ فرمائیں۔

ہندی صاحب یہاں بمبئی میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

احمد ندیم قاسمی کے نام

(۲)

ایڈیٹر انچارج

مصور ویکلی، سیکنڈ پیر خان اسٹریٹ۔ بمبئی ۸

(جنوری ۱۹۳۷ء)

برادرِ مکرم

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ میں اختر صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے خاکسار سے آپ کا تعارف کرایا۔ میں عنقریب ان کو شکریے کا خط لکھوں گا۔

آپ کا فسانہ "بے گناہ" واقعۃً میں نے بے حد پسند کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے فسانے اردو میں بہت کم شائع ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ PLASTIC کے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ افسانے کے موضوع کو آپ نے نہ صرف محسوس کیا ہے بلکہ اُس کو چھو کر بھی دیکھا ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے ملک کے افسانہ نگاروں کو نصیب نہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ آپ میں یہ خصوصیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

افسانے میں OBJECTIVE ٹچ بہت پیارے اور موزوں و مناسب ہیں۔ کچھ عرصے سے میں فلمی افسانوں کی ماہیت پر غور کر رہا ہوں، چنانچہ میں نے آپ کے فسانے کو غیر ارادی طور پر فلم ہی کی عینک سے دیکھا اور اسے بہت خوب پایا۔ ATMOSPHERIC ٹچ بے حد اچھے ہیں۔ مثال کے طور پر:۔

"اس دن شام کو رحمان آٹا گوندھ رہا تھا، چڑیوں کے لاتعداد غول "شی" کی آواز سے اُس کے مکان پر سے گزر جاتے تھے۔ چمگادڑیں بیری کی سوکھی ہوئی ٹہنیوں سے ٹکرا کر پھڑ پھڑاتی تھیں اور پھر ہوا میں تیرنے لگتی تھیں۔ بیل جگالی کر رہے تھے۔ ایک بکری اپنے ننھے سے بچے کے ماتھے پر منہ رکھے کھڑی تھی۔ رحمان دھیمے دھیمے سروں میں یہ گیت گا رہا تھا:

کوئی نہیں سندا دکھ چا جمع کراں ماہیا"

WWW.KITAABISTAN.COM

فلمی افسانے میں اس قسم کی تفصیل بہت کارآمد اور مفید ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ منظر نامہ بطریقِ احسن لکھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کے مختصر افسانے میں دو تین عروجی مناظر بہت APPEALING ہیں۔

میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ''بے گناہ'' جیسا کوئی اور فسانہ لکھیں اور میں کوشش کروں گا کہ وہ فلم ہو جائے۔ یہاں کے چند ڈائریکٹروں سے میرے اچھے مراسم ہیں۔

فسانہ لکھتے وقت یہ خیال رکھیے کہ اس میں پبلک کی دلچسپی کا کافی سامان ہو۔ دیہاتی رقص، دیہاتی گانے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں آپ بڑی آسانی سے اپنے فسانے میں رکھ سکتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ فسانہ بالکل سیدھا سادا ہو یعنی SMOOTH ہو۔ اور کہیں الجھن نہ ہو۔

ہمارے یہاں کے فلمی افسانوں میں عام طور پر JERKS ہوتے ہیں جو ناقابلِ عفو سقم ہے۔ عام طور پر ٹریجیڈی زیادہ پسند کی جاتی ہے۔

میری اس درخواست کو عام نہ کر دیجیے گا کیونکہ پھر لوگ میرا جینا محال کر دیں گے آپ اسٹوری لکھ کر مجھے جلد از جلد روانہ فرما دیں۔

''مصور'' کے لیے اگر کچھ روانہ کر سکیں تو بے حد ممنون ہوں گا۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

اگر ہو سکے تو اپنا فوٹو ضرور ارسال فرمائیے۔ آپ کے فسانے کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔

خاکسار

سعادت

(۳)

ایڈیٹر انچارج

مصور ویکلی، سیکنڈ پیر خان اسٹریٹ۔ بمبئی ۸

(فروری ۷ ۱۹۳ء)

برادر مکرم

وعلیکم السلام۔ گرامی نامہ ملا۔ ''بے گناہ'' واقعۃً اچھا افسانہ ہے اور ہر آرٹسٹ اسکی

تعریف کرے گا۔

فلمی دنیا میں قدم رکھنے کی خواہش کالج کے ہر طالب علم کے دل میں ہوتی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے یہی جنون میرے سر پر بھی سوار تھا چنانچہ میں نے اس جنون کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بہت جتن کیے اور انجام کار تھک ہار کر بیٹھ گیا۔ احمد ندیم صاحب! دنیا وہ نہیں جو ہم اور آپ سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہے ہیں۔ اگر آپ کو کبھی اسٹوڈیو سیاسیات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے تو آپ چکرا جائیں۔ فلم کمپنیوں میں ان لوگوں کا زیادہ اثر ہے جن کے خیالات بوڑھے اور پیش پا افتادہ ہیں، جو جاہلِ مطلق ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے سینوں میں فنِ صحیحہ کی پرورش کرتے ہیں انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل الذکر فلم کے عواقب و عواطف سے آشنا ہیں اور آخر الذکر کی نگاہوں سے یہ چیزیں پوشیدہ ہیں اور پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔ کیوں؟...... اس لیے کہ وہ ان بوڑھوں کی جگہ پر قابض نہ ہو جائیں۔

میں اگر فلم کمپنی کے دروازے کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہوں تو یہ ایک معجزے کے مترادف ہے۔ مجھے خود اس بات کی خبر نہ تھی کہ میں کبھی کسی فلم کمپنی میں کام کروں گا، خیر!...... فلم کمپنی میں داخل ہو کر مجھے مطالعہ و مشاہدہ کا جو موقع بھی ملا وہ خود میں نے پیدا کیا اور اپنے دماغ کے زور سے وہاں کے کام کرنے والوں سے اپنے مطلب کی چیزیں نکال لیں۔

جو کچھ میں نے سیکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس کو سیکھ لیں مگر مشکل یہ ہے کہ تحریر کے ذریعے سے یہ نہیں ہو سکتا۔ منظر نگاری ایک فن ہے جس کو باقاعدہ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ بہر حال میں آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو چند نمونے بھیج رہا ہوں، شاید آپ ان سے کچھ سمجھ سکیں۔

اسٹوری لکھتے وقت یہ امر ضرور پیشِ نظر رکھیے گا کہ جو کچھ آپ کہنا چاہیں وہ آپ اپنے کیریکٹروں کے ذریعے ESTABLISH کراتے چلے جائیں۔ مثلاً آپ یہ لکھتے ہیں ''فضل بڑا ظالم تھا'' تو یہ چیز سکرین پر دکھانے کے لیے ایک INCIDENT کی ضرورت ہے۔ فقط ڈائلاگ سے کام نہیں چل سکتا۔ اسٹوری SMOOTH اور وقائع و مناظر سے بھری ہوئی ہو۔ قدم قدم پر ایک GRIP ہو۔

یہ تمہیدی باتیں بتانے کے لیے بھی ایک طویل مقالے کی ضرورت ہے جو میرے جیسے

WWW.KITAABISTAN.COM

مصروف آدمی کے لیے ناممکن ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس ضمن میں آپ کی اچھی طرح خدمت نہیں کر سکوں گا۔ اگر دنیا میں مخلص آدمی خال خال نہ ملتے تو میں آپ کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ جو چیزیں بھی میں آپ کو روانہ کر رہا ہوں، وہ آپ کو شاید ہی کوئی اور روانہ کرے...... دنیا اسی ڈھب پر استوار کی گئی ہے۔

آپ اسٹوری لکھیے اور جو نمونے میں روانہ کر رہا ہوں ان کو سامنے رکھ لیجیے گا۔ اس کے بعد میں آپ کو کوئی اور مشورہ دے سکوں گا۔ مجھے آپ سے بے حد ہمدردی ہے۔

نظم کا شکریہ۔ مصور آئندہ سے آپ کو ملتا رہے گا۔

ممکن ہے آپ مجھ سے چھوٹے ہوں، مگر میری عمر بائیس برس سے زیادہ نہیں ہے۔

آپ نے جو اسٹوری لکھ کر رکھی ہے۔ اسے نامکمل صورت ہی میں روانہ فرما دیں۔ میں اُس کو دیکھ کر شاید آپ کو کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۴)

بمبئی

(۷ فروری ۱۹۳۷ء)

ندیم صاحب

وعلیکم السلام۔ آپ کا خط ملا۔ اگر میں اپنی گونا گوں اور تھکا دینے والی مصروفیتوں میں گھرا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً مجھے آپ کے جواب کا انتظار ہوتا۔ لیکن جب زندگی کچھ اس طور سے گزر رہی ہے کہ مجھے اپنے وجود ہی کے متعلق یقین نہیں تو ایسا کیونکر ہو سکتا تھا...... بے رحم قدرت کے ہاتھوں کیا کیا ستم سہنے نہیں پڑتے!

آپ کے خط نے میرے دل و دماغ کو راحت پہنچائی ہے۔ میں آپ کے تکلیف دہ ماحول کو اچھی طرح محسوس کر سکتا ہوں اس لیے کہ میں بھی اسی تنگ و دو میں ہوں جو ہم لوگوں کی رگوں سے جوانی کی تمام امنگیں باہر کھینچ رہی ہے۔

آپ نے میری قابلیت اور اہلیت کا اندازہ لگانے میں بہت جلدی سے کام لیا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے خود کو کبھی ادیب کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔ میں ایک شکستہ دیوار ہوں جس پر سے پلستر کے ٹکڑے گر گر کر زمین پر مختلف شکلیں بناتے رہتے ہیں۔

خدا کرے کہ آپ کے سینے میں اخلاص بدرجہ اتم موجود ہو، لیکن میں چلتے چلتے ایسے مقام پر آ گیا ہوں جہاں انسان SCEPTIC بن جاتا ہے۔

آپ زیادہ الجھنوں میں گرفتار ہونے کی کوشش نہ کریں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق اسٹوری لکھیں اور میرے پاس روانہ کر دیں۔ اس طرح میں جو ہدایت یا مشورہ دوں گا وہ زیادہ قابلِ فہم ہوگا۔ انگریزی کی عبارت صرف اس لیے لکھنا ضروری ہوتی ہے کہ یہاں کے ڈائرکٹر اردو زبان سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ آپ اردو میں لکھیں، کوئی ہرج نہیں۔

میں نے حال ہی میں ایک اسٹوری لکھی ہے جو ڈائرکٹروں کو پسند آئی ہے، اور امید ہے کہ کل پرسوں تک مالک اس کے FILM-VERSION کا فیصلہ کر دیں گے۔ اس کے مصنف کی حیثیت میں مَیں اپنے آپ کو پیش نہیں کر رہا ہوں، اس کی خاص وجہ ہے۔ جو آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں۔

میں اپنی قسمت کے ساتھ عنقریب ایک بازی کھیلنے والا ہوں، اگر میں جیت گیا تو آپ بصد شوق میرے پاس تشریف لا سکتے ہیں۔

آپ کبھی کبھی "مصور" کے لیے کچھ بھیج دیا کریں۔ حیرت ہے کہ مصور کا پرچہ آپ کو کیوں نہیں ملا۔ حالانکہ رجسٹر میں آپ کا نام میں نے پچھلے ہفتے لکھوا دیا تھا۔

آپ اپنی اسٹوری (ڈرامہ) جلد بھیجنے کی کوشش کریں۔ حسبِ ارشاد فوٹو بھیج رہا ہوں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں ایک WRECK-INTELLECTUAL ہوں۔

کیا آپ اپنا فوٹو روانہ نہیں کر سکتے؟

میری صحت ان دنوں خراب ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(۵)

بالسرا بنگلہ
جیکسن گارڈن ۔ ناسک شہر
(اپریل ۱۹۳۷ء)

برادرِ محترم

وعلیکم السلام ۔ آپ کا خط کل LOCATION پر ملا جہاں ہم شوٹنگ کر رہے تھے ۔ آپ نے میرے متعلق جو بلند رائے مرتب فرمائی ہے، اُس کا شکریہ ۔ مگر میں اتنا ضرور کہونگا کہ آپ کو ایسی باتوں میں اتنی عجلت نہیں برتنی چاہیے، یہ میں تجربے کے بنا پر کہہ رہا ہوں ۔ مجھ میں جو چیز آپ کو پسند آئی ہے اور جسے آپ خلوص کا نام دیتے ہیں اُس کو میں اپنی ناقابلِ اصلاح کمزوری یقین کرتا ہوں ۔ ایسی کمزوری جو میری صحت، میری روح پر برا اثر کرنے کا موجب بن رہی ہے ۔

حضرت اختر شیرانی سے آپ کو عقیدت ہے، کسی سے عقیدت رکھنا بری بات نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ غایت درجہ سادہ لوح ہیں ۔ اور ہڈیوں کے گودے تک جذباتی ...... ذرا لطف دیکھیے کہ میں آپ پر تنقید کر رہا ہوں اور میں خود آپ سے کہیں بڑھ کر جذباتی ہوں ۔

''بے گناہ'' چند معمولی اسقام کے باوصف بہت اچھا افسانہ تھا ۔ خیالات وافکار کی تشکیل میں سادگی تھی جو میکسم گورکی مرحوم کے افسانوں کا طرۂ امتیاز ہے ۔ ''بے گناہ'' پڑھ کر آپ کو ایک تعریفی خط لکھ کر میں خاموش ہو جاتا مگر چونکہ میں ایک عرصے سے اپنے وجود کو ''تورگنیف'' کے الفاظ میں چھکڑے کے پانچویں بے معنی پہیے کے مانند فضول سمجھتا ہوں اس لیے میں نے چاہا کہ کسی کے کام آسکوں ۔ کھائی میں پڑی ہوئی اینٹ اگر کسی دیوار کی چنائی میں کام آسکے تو اس سے بڑھ کر وہ اور کیا چاہ سکتی ہے ۔

میری صحت اچھی ہے، لیکن مجھے خدشہ ہے کہ بمبئی جا کر میں پھر مریض بن جاؤں گا ...... اللہ رحم کرے!

یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اسٹوری مکمل کر لی ہے ۔ میں اس کو خوب غور سے دیکھوں گا اور اس بارے میں آپ کو مزید تاکید کی ضرورت محسوس نہ ہوگی ۔ بہتر ہوگا کہ آپ اسٹوری کو

میرے بمبئی کے پتے پر روانہ فرمائیں ۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ ہم کب یکایک بمبئی چل دیں ۔

مصور آپ کو شاید لاہور کے پتے پر جاتا ہوگا ۔ بات یہ ہے کہ آپ کا پتہ چھپ چکا ہے اور دفتر والے اُس پر آپ کا نیا پتہ لکھنا بھول جاتے ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے آپ کو پرچہ بھیجتے ہی نہ ہوں ۔ بمبئی پہنچنے پر میں اس کا پورا انتظام کر دوں گا کہ پرچہ ہر ہفتے آپ کو مل جایا کرے ۔

خدا کرے کہ آپ کی دعائیں قبول ہوں ۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے ۔

خط بھی آئندہ بمبئی کے پتے پر روانہ فرمائیے گا ۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۶)

۱۷ ۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ ۔ بمبئی
(مئی ۱۹۳۷ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام ۔ آپ کا محبت نامہ ملا ۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ اپنے اخلاص کے باعث مجھے اچھا سمجھتے ہیں گو میں اتنا اچھا نہیں ہوں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم کب ایک دوسرے سے ملیں ۔ آپ نے تو مجھے فوٹو کے ذریعے سے تھوڑا بہت دیکھ لیا ہوگا مگر آپ کا تو میرے دماغ میں صرف تصور ہی تصور ہے ۔

''ہمایوں'' میں آپ کا افسانہ ''مسافر'' میں نے پڑھا تھا ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں یہ افسانہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا تو میں نے ایک دوست سے جو اس وقت کمرے میں تشریف لائے تھے یہ کہا تھا ''میں نے ابھی ابھی ایک اچھا افسانہ پڑھا ہے ۔''

میں بہت کم افسانے پڑھتا ہوں مگر جب کبھی آپ کا نام کسی پرچے میں نظر آتا ہے تو اسے مطالعے کے لیے ایک طرف ضرور رکھ لیتا ہوں ۔ شاید یہ اُس اثر کا باعث ہے جو آپ کے

پہلے افسانے نے مجھ پر کیا تھا۔ ’’مسافر‘‘ دیہات کے اس کچے مکان کے مترادف ہے جس کو ایک نوخیز معمار نے تیار کیا ہو۔

میں خود بہت SENTIMENTAL ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں افسانوں میں SENTIMENT زیادہ نہیں بھرنا چاہیے۔ آپ کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ SENTIMENT آپ کی میخ تک پہنچ چکا ہے۔ اس کو دبانے کی کوشش کیجیے۔

میں نے حال ہی میں ایک افسانہ ’’منتر‘‘ کے عنوان سے لکھا ہے۔ یہ شاید لاہور ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ ہو۔ اسے ضرور سنیے گا، اس میں آپ کو میں ایک اور رنگ میں نظر آؤں گا۔

’’مصور‘‘ آپ کی خدمت میں باقاعدہ پہنچتا رہے گا۔ نظم کا بے حد شکریہ۔ اس ہفتے کے پرچہ میں چھپ رہی ہے۔

مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کے افسانوں کا مجموعہ چھپ رہا ہے۔ سالک صاحب افسانے کی ماہیت سے اتنے واقف نہیں کہ وہ آپ کے افسانوں کی کتاب کا دیباچہ لکھیں۔

آپ کی حُزنیت کے پیشِ نظر افسانوں کے مجموعے کا ٹائیٹل میرے خیال میں ’’پت جھڑ‘‘ اچھا رہے گا۔

تمباکو کے لیے شکریہ، اب مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

فوٹو...... بھیج رہا ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی

(مئی ۱۹۳۷ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ تصویر بھی ملی۔ بے حد شکریہ۔ تصویر نے آپ کے

صحیح خدوخال پیش کرنے میں دیانت سے کام نہیں لیا۔ سفیدی کی افراط نے وہ خطوط غارت کر دیے ہیں جن سے کیریکٹر کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال نہ ہونے سے بہتر ہے۔

مجھے آپ کے اخلاص پر یقین ہے، ٹھیک اسی طرح، جس طرح مجھے اس دنیا میں اپنی ہستی کا۔ اس سے غلط اندازہ نہ لگائیے گا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے میرا تجویز کردہ نام اپنی کتاب کے لیے پسند کیا۔ ’’پت جھڑ‘‘ نہایت موزوں اور مناسب نام ہے۔

آپ کے افسانوں اور آپ کی نظموں کا مطالعہ میرے لیے باعثِ راحت ہوتا ہے، اس لیے کہ مجھے آپ کے انتخاب کردہ رنگوں سے پیار ہے۔

آپ کی غزل مصور کے تازہ پرچے میں شائع ہو رہی ہے، مگر میں اس پر نوٹ نہیں لکھ سکا۔ میرا خیال ہے کہ میں مستقبل قریب میں خود ہی کچھ لکھوں گا۔

میری صحت ان دنوں اچھی ہے۔

آپ ایک کام کریں۔ فرصت کے وقت میں چند نہایت ہی SENTIMENTAL گیت لکھ کر مجھے روانہ فرما دیں۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔ گیتوں کا موضوع عشق کے مختلف مدارج ہوں۔ لفظوں کی تکرار خوبصورتی کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے میری رائے ہے کہ آپ ایک دو گیتوں میں ایسی تکرار ضرور پیدا کریں۔

اور اگر ہو سکے تو پندرہ بیس منٹ کا ایک opera لکھ کر بھیجیں۔ مندرجہ ذیل موضوع میں سے کوئی ایک کو لے لیجیے گا۔

(۱) انار کلی
(۲) شکنتلا
(۳) قلوپطرہ
(۴) ہیر رانجھا
(۵) شیریں فرہاد
(۶) سوہنی مہینوال

WWW.KITAABISTAN.COM

OPERA کی تکنیک کا مطالعہ ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس پر کوئی کتاب مل جائے گی۔ ورنہ آپ اپنے تخیل کی مدد سے کچھ نہ کچھ لکھ لیں گے۔ میں آپ کا یہ OPERA یہاں کے ریڈیو اسٹیشن میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ کی دو غزلیں مستقبل قریب میں یہاں کے دو گویے ریڈیو پر گائیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس اپنی تصنیف یا تالیف کی کوئی کاپی موجود نہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۸)

معرفت ہفت روزہ سماج

۳۔ پیرخان اسٹریٹ۔ بمبئی ۸

(۱۰ مئی ۱۹۳۷ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا نوازش نامہ ملا۔ اس سے قبل میں آپ کی خدمت میں ایک خط روانہ کر چکا ہوں امید ہے وصول فرما لیا ہوگا۔ ناسک سے واپسی پر مصور سے علیحدہ ہو گیا تھا اور یہ بات کوئی اتنی اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کے متعلق میں کچھ کہوں یا سنوں۔ مالکِ مصور سے میرے تعلقات دوستانہ ہی ہیں۔ علیحدہ ہونے پر بھی میں ان کے قریب ہوں...... یہ میری عقیدت ہے۔

آپ کی اسٹوری میں سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ 'فلمی' نہیں۔ وہ فلمی کس طرح نہیں؟ اس سوال کے جواب کے لیے کئی صفحات درکار ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ صفحات لکھ کر بھی میں آپ کو اپنا مدعا بطریق احسن نہ سمجھا سکوں گا۔ شاید میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں کہ فلمی افسانہ نگاری کو سمجھنے کے لیے اسٹوڈیو بہترین استاد ہے۔ آپ پردے پر فلموں کو بغور دیکھ کر بھی کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ پھر بھی سینما ہال میں چند ضروری نکتوں پر روشنی ڈالنے

والا موجود ہونا چاہیے۔

آپ اچھے افسانے لکھ سکتے ہیں، اس کا اندازہ مجھے آپ کے ''بے گناہ'' سے ہو گیا تھا۔ مجھے بہت کم افسانے یاد رہتے ہیں مگر آپ کا ''بے گناہ'' مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ وہ چند معمولی خامیوں کے باوصف آپ کا بہترین افسانہ تھا۔ گو میں خود حوصلہ ہارتا رہتا ہوں مگر میری استدعا ہے کہ آپ ہرگز حوصلہ نہ ہاریں۔

مجھ میں بحیثیت ایک انسان کے بے حد کمزوریاں ہیں اس لیے مجھے ہر وقت ڈر رہتا ہے کہ یہ کمزوریاں دوسروں کے دل میں میرے متعلق نفرت پیدا کرنے کا موجب نہ ہوں۔ اور اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ انہی کمزوریوں کے باعث مجھے کئی صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ میں اسی تلخ حقیقت کے پیشِ نظر شاید آپ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ آپ میرے متعلق کوئی رائے مرتب نہ کریں۔

میں بمبئی میں پچاس روپے ماہوار کما رہا ہوں اور بے حد فضول خرچ ہوں۔ اگر آپ یہاں چلے آئیں تو میرا خیال ہے کہ ہم دونوں گزر کر سکیں گے، میں اپنی فضول خرچی بند کر سکتا ہوں۔ مجھے آپ کی مجبوریوں کا کامل احساس ہے، اس لیے کہ میں ان مجبوریوں سے خود گزر چکا ہوں۔ میں آپ کو کرایہ روانہ کر دیتا اور کر سکتا تھا، اس لیے کہ ابھی آٹھ روز ہوئے میرے پاس پانچ سو روپے تھے اور اب یہ حالت ہے کہ صرف بیس روپے باقی ہیں۔ مجھے کتابیں خریدنے اور یونہی روپیہ برباد کرنے کا خبط ہے اور میں اسی سے لطف اٹھاتا ہوں! زندگی رہے تو روپیہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ آپ یہاں تشریف لا سکتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھیے کہ آپ کو میری زندگی کی دھوپ چھاؤں میں رہنا ہوگا۔ میرے پاس چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں ہم دونوں رہ سکتے ہیں۔ کھانے کو ملے نہ ملے مگر پڑھنے کے لیے کتابیں مل جایا کریں گی اور اگر آپ کوشش کریں گے تو بہت ممکن ہے کہ اچھی اچھی کتابوں کے ساتھ اچھے کھانے بھی مل جائیں۔ اگر میرا یا آپ کا لکھا ہوا افسانہ کوئی فلم کمپنی خرید لے تو دو تین مہینے عیش میں گزر سکتے ہیں۔ کہیے کیا ارادہ ہے؟

''سماج'' میرا پرچہ نہیں ہے۔ یہ دراصل میرے ایک عزیز دوست یہاں سے نکال

WWW.KITAABISTAN.COM

رہے ہیں۔ پہلی جلد شائع ہوگئی ہے۔ آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ آپ کی نظم میں نے ''ہمایوں'' میں پڑھی ہے۔ افسوس ہے کہ نہ مجھے شعر پڑھنا آتے ہیں اور نہ میں ان کو APPRECITATE کرسکتا ہوں۔ چونکہ آپ نے لکھی ہے اس لیے یقیناً اچھی ہی ہوگی۔

''شغل'' کے متعلق رائے عالیہ کا شکریہ۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۹)

معرفت ہفت روزہ ''سماج''

تھرڈ پیرخان اسٹریٹ۔ بمبئی ۸

(مئی ۱۹۳۷ء)

بھائی صاحب

وعلیکم السلام۔ گرامی نامہ ملا۔ نظم اور فسانے کا شکریہ۔ یہ دونوں چیزیں ''سماج'' کے دوسرے شمارے میں چھپ رہی ہیں۔ پرچہ اگر چھپتا رہا تو آپ کے پاس پہنچتا رہے گا۔

دیہاتی معاشرت کے متعلق جو پلاٹ آپ کے ذہن میں محفوظ ہے، آپ اس کی تشکیل اولین فرصت میں کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ وہ فلم کے لیے موزوں اور مناسب ہو۔ ناولوں کو فلم کے لیے ADOPT کرنے کا خیال اچھا ہے مگر معاف کیجئے جو مصنف آپ نے چنا ہے وہ میری نظر میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا۔ ایسی داستانیں ان رنگین پردوں کے مرادف ہوتی ہیں جن کے پیچھے کچھ نہ ہو۔ میں اس افسانہ نگار کا قائل ہوں جس کی تخلیق دیکھنے کے بعد ہم کچھ دیر سوچیں۔ آپ مندرجہ ذیل مصنفوں میں سے کسی ایک کی کتاب فلم کے لیے منتخب کرسکتے ہیں۔

انتون چیخوف، طالسطائی، میکسم گورکی، تورگنیف، دوستوؤسکی، اندریف، میری کوریلی، وکٹر ہیوگو، گستاؤ فلابیر، ایمل زولا، پیرلوئی، ڈکنز۔

آپ نے ہیرو کے رول کے لیے دو ایکٹروں کا نام تجویز کیا ہے ان ناموں نے آپ کے خط کی ساری 'شعریت' کا ناس مار دیا ہے۔ وہ بالکل جاہل ہیں۔ کاٹھ کی پتلیاں ان سے کہیں اچھا ایکٹ کرسکتی ہیں۔

سماج کے سابق مدیر اعلیٰ ''من موہن'' کے مصنف کے بڑے بھائی ہیں۔

مصور کے لیے آپ کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتے رہیں۔

جوا کھیلنا، شراب پینا اور اس قسم کے دوسرے فعل جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھ میں روحانی کمزوریاں اور ذہنی خامیاں ہیں جن کی تفصیل میں جانے کے لیے میرے قلب میں سکون نہیں۔ یہ چیزیں آپ کو میرے قریب رہنے ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

اگر آپ کے بمبئی آنے میں مالی مشکلات حائل ہوں تو اطلاع کیجئے۔ اس وقت میرے پاس پچپن روپے اور کچھ آنے ہیں۔ جو ایک ماہ کا خرچ ہے لیکن آپ کے کرائے کے لیے کچھ بندوبست ہوسکتا ہے...... کوشش سے!

یہاں بھی گرمی پڑ رہی ہے مگر اتنی نہیں کہ بھیجا پگھل جائے۔

اگر آپ کو ٹریجیڈی پسند ہے تو پھر فلم کے لیے بھی کوئی ٹریجیڈی ہی لکھیے۔

میں بیمار ہوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۰)

معرفت ہفت روزہ ''سماج''، بمبئی ۸

(جون ۱۹۳۷ء)

برادر مکرم

وعلیکم السلام۔ خط آپ کا ملا۔ سماج کے دو پرچے آپ کو بھجوا دیے ہیں، امید ہے کہ آپ کو مل گئے ہوں گے۔

دیہاتی معاشرت سے متعلق کہانی کا جو پلاٹ آپ روانہ کریں گے، میں اُس کو خوب

WWW.KITAABISTAN.COM

غور سے پڑھوں گا اور یقیناً اس بارے میں آپ کو اپنی رائے سے مطلع کروں گا اگر ہو سکا تو کوئی مفید مشورہ بھی دوں گا۔

مارگریو کی کتاب کا ضرور مطالعہ کیجئے اور اگر ہو سکے تو روسی ڈائریکٹر PUDOUKIN پدوکن کی کتاب فلم ٹکنیک بھی پڑھ ڈالیے۔ آپ کو اُس میں TEMPO کے متعلق بہت مفید باتیں معلوم ہوں گی۔

اسٹیونسن کی جن تصانیف کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ بہت اچھی ہیں اور فنی اور ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی ان کا مرتبہ بلند ہے، لیکن جو چیز آپ کو روسی ناول نویسوں کے افکار میں ملے گی اس کا ان کتابوں میں نام ونشان بھی نہیں۔

اگر اس رنگین فلم میں جس کے ساتھ میرا نام بھی ایک حد تک وابستہ ہے ماسٹر نثار ہیرو کے فرائض انجام دے رہا ہے، تو اس کے یہ معنی نہیں کہ میرا ذوق بگڑ گیا ہے۔

مصور کے لیے جو غزلیں آپ نے روانہ کی ہیں ان کا شکریہ۔

اگر آپ یہاں ہوتے تو میں آپ کی کچھ مدد کر سکتا تھا۔ آپ جب چاہیں میرے پاس تشریف لا سکتے ہیں۔

میری صحت دن بہ دن خراب ہو رہی ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

(لفافے کی پشت پر) علالت کے باعث یہ خط جلد پوسٹ نہ ہو سکا۔ معذرت خواہ ہوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۱)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(مئی، ۸، ۱۹۳۸ء)

برادرمکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا محبت نامہ مجھے مل گیا تھا مگر میں چند ناگزیر وجوہ کے باعث فوراً

ہی آپ کو اس کی رسید سے مطلع نہ کر سکا جس کا مجھے افسوس ہے۔

آپ کی پریشانیاں میں سمجھ سکتا ہوں، اس لیے کہ میں بھی ایسی ہی تلخیوں میں گھرا ہوا ہوں۔ زندگی کا معنی جیسا کہ میں سمجھا ہوں، ایک طویل موت ہے۔ ہمت کو ہاتھ سے نہ چھوڑیے اور مصیبت کے پہاڑوں میں اپنا راستہ کاٹتے رہیے۔ خدا بہتر کرے گا۔

میں بے حد مسرور ہوں کہ آپ کو میرا مرتب کیا ہوا ''روسی نمبر'' پسند آیا ہے۔ ''ہمایوں'' نے ایک روسی نمبر شائع کیا تھا جو حامد علی خاں صاحب نے میری مدد سے مرتب کیا تھا۔ اگر آپ کو روسی ادب کے متعلق کچھ جاننے کا شوق ہو تو اسے بھی ضرور پڑھیے۔

پچھلے دنوں ''ہمایوں'' کے کسی نمبر میں میرا تازہ افسانہ ''نیا قانون'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ کیا یہ آپ کے مطالعے سے گزرا ہے؟ اسکے متعلق اپنی رائے سے ضرور مطلع فرمائیے۔

میں آپ کا بے حد ممنون و متشکر ہوں کہ آپ نے اپنے دل میں مجھے بہت اچھی جگہ دے رکھی ہے، حالانکہ میں اس کا اہل نہیں۔ یہ بہت اچھا ہے کہ آپ اور مجھ میں کافی فاصلہ ہے اور ہم نے ابھی تک ایک دوسرے کو نہیں دیکھا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جب ہم ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو وہ بات جاتی رہے گی جو اس وقت میں یا آپ محسوس کرتے ہیں۔ انسان بے حد ذلیل ہے (معاف کیجئے گا) اور دل ایسی چیز ہے کہ اس پر میل جمتے دیر نہیں لگتی۔

مجھ میں ایک لاکھ ایک عیب ہیں، جو اس وقت آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جس وقت آپ میرے قریب آ گئے تو میں بالکل ننگا ہو جاؤں گا۔ کیا یہ اچھا نہیں کہ ہم دور ہی دور رہیں۔

اپنے افسانوں کا مجموعہ ضرور شائع کرائیے، مگر میں تعارف کیا لکھوں گا، اس کے لیے کسی بڑے آدمی سے کہیے۔

آپ فلم اسٹوری ضرور لکھیے۔ میں اس ضمن میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔

امپیریل فلم کمپنی میں میرا ایک افسانہ ''مجھے پاپی کہو'' فلمایا جا رہا ہے۔ اسکی شوٹنگ قریب قریب ختم ہو گئی ہے۔ اب شاید میں کوئی اور اسٹوری لکھنا شروع کروں۔

میں اپنا تازہ فوٹو بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ مگر آپ اسے کیا کریں گے۔

میں ان دنوں نیم تندرست ہوں۔ ڈاکٹر سے انجکشن لے رہا ہوں۔

پچھلے دنوں یہاں بمبئی میں میرا عقد ہوا ہے۔ آپ کو اس خبر سے حیرت ضرور ہوگی۔ امید ہے کہ آپ بصحت ہوں گے۔ کیا منٹگمری میں اچھا تمباکو مل سکتا ہے؟

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۲)

سروج مووی ٹون

پریل۔ بمبئی

(جون ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرّم

وعلیکم السلام۔ گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ میں آپ کے خط کا جواب اس قدر تاخیر کے بعد دے رہا ہوں وہ بھی اتنا مختصر۔ دراصل آج کل میں بے حد مصروف ہوں۔ امپیریل چھوڑ کر جب سے سروج میں آیا ہوں چیونٹیوں بھرا کباب بن رہا ہوں۔ دن رات ادھوری فلموں کے بقایا حصے لکھتا رہتا ہوں۔

میں خوش ہوں کہ آپکو ''نیا قانون'' پسند آیا۔ ''ہمایوں'' کی کسی تازہ اشاعت میں میرا ایک نیا افسانہ شائع ہوگا۔ ضرور مطالعہ فرمایئے گا۔ ''دسمبر کی رات'' مجھے بے حد پسند آئی تھی۔ آپ خوب لکھ رہے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

آپ کے خیالات اور جذبات سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔

اپنا تازہ فوٹو بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا۔

مفصل خط اولین فرصت میں لکھنے کا وعدہ کرتے ہوئے فی الحال آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ دروازے پر موٹر کھڑی ہے، مجھے کمپنی والوں نے بلوایا ہے۔ لیجئے رخصت۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۳)

سروج مووی ٹون

پریل۔ بمبئی

(جولائی ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرّم

وعلیکم السلام۔ گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔

میں سروج کمپنی میں چلا آیا ہوں مگر اس کے نظام کی اصلاح میرے بس کی بات نہیں، جب تک اس کمپنی کا مالک ہی اپنی اصلاح کا خیال نہ کرے مجھ سے کیا کسی سے بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ فلم کمپنیوں کی فضا میں مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہوتی ہے، کہ اس لائن کے سرمایہ دار اپنے سرمائے کو اپنے ہاتھوں ہی سے خاک میں کیوں ملاتے ہیں۔

''نیا قانون'' کے متعلق آپ نے ضرورت سے زیادہ میری تعریف کی ہے۔ بہرحال شکریہ، لیکن یہ خیال رکھیے گا کہ میں اپنی تعریف سن کو بہت جلد پھول جایا کرتا ہوں یہ میری ایک کمزوری ہے۔

اگر آپ یہاں بمبئی آنا چاہیں تو میں ''مصور'' کی ادارت کے لیے آپ کے متعلق بات چیت کر سکتا ہوں۔ تنخواہ چالیس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ مل سکے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے ادیب کے لیے یہ رقم باعثِ ہتک ہے مگر کیا کیا جائے...... مجبوری کس چیز کا نام ہے؟ اگر آپ یہاں چلے آئیں تو میں سمجھتا ہوں کہ کسی فلم کمپنی میں آپ کو چانس مل سکے گا۔ مصور کے مالک مسٹر نذیر نہایت شریف انسان ہیں اور میرے بڑے مہربان ہیں ان کی یہاں ہر فلم کمپنی کے مالک سے ملاقات ہے۔ اس لیے آپ کے لیے فوراً ہی کوشش ہو سکے گی۔ مجھے اپنے ارادے سے بواپسی ڈاک مطلع فرمایئے تاکہ میں آپ کو کوئی مشورہ دے سکوں۔ مفصل خط بھی آپ کا جواب آنے پر ہی لکھوں گا میں دراصل ان دنوں ایک نئی فلم اسٹوری لکھنے میں مصروف ہوں۔ اس کا عنوان ''تو بڑا کہ میں بڑا'' ہوگا۔ یہ لیڈر شپ اور خطاب یافتہ لوگوں پر ایک مزاحیہ طنز ہوگی۔

WWW.KITABISTAN.COM

میری صحت اچھی ہے۔ یہاں بمبئی میں برسات زوروں پر ہے۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

خط پرانے پتے ہی سے لکھتے رہیے۔ کمپنی میں خط گم ہو جایا کرتے ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۴)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(ستمبر ۱۹۳۸ء)

برادرِ عزیز

وعلیکم السلام۔ آپ کا خط ملا۔ اوپیرا کے لیے "سیفو والی ٹریجیڈی" ٹھیک اور موزوں ہے۔ لیکن اچھا ہوتا اگر آپ اسی سرزمین سے کوئی مضمون پیدا کرتے۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایسے المیہ ابواب کی کمی نہیں۔ بہرحال آپ اسے مکمل کر کے مجھے روانہ کریں۔ پھر میں آپ کو بتا سکوں گا کہ یہ کام آ سکتی ہے یا نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں کچھ ردوبدل کرنا پڑے۔

گیت ضرور لکھ کر بھیجئے۔ ان میں آپ کی شاعری کا خاص رنگ جو مجھے بہت پسند ہے ضرور ہونا چاہیے۔ وہ ڈرامہ جو آپ نے فلم کے لیے لکھا تھا اس میں آپ نے چند گیت بھی لکھے تھے مگر وہ مجھے پسند نہیں آئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے انہیں بڑی عجلت میں مرتب کیا ہوگا۔

مصور میں آپ کی نظم شائع ہو رہی ہے۔ آپ نے جس نوٹ کے بارے میں لکھا ہے وہ میں ابھی شائع نہیں کر سکتا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ میں آپ کے بارے میں اس وقت تک کچھ نہیں لکھنا چاہتا جب تک مجھے خود اس کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے کہے پر ایسا کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں خود کچھ لکھنا چاہتا تھا اور بہت جلد لکھوں گا۔ میں اپنے قلم سے کوئی ایسا مضمون نہیں دیکھنا چاہتا جو بعد میں مجھے پسند نہ آئے۔ امید ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔

آئندہ ہفتے کی اشاعت میں آپ کے افسانوں کا اشتہار دے دیا جائے گا۔

میں ان دنوں بے حد مصروف ہوں۔ چیونٹیوں بھرا کباب بن رہا ہوں۔ یہ خط بڑی افراتفری میں لکھ رہا ہوں جیسا کہ ظاہر ہے۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مجھے "شاہ دولہ کے چوہوں" کے بارے میں اگر آپ کچھ مسالہ بہم پہنچا سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ اسکے علاوہ "زنخوں اور خنثوں" کے بارے میں بھی اگر دلچسپ باتیں فراہم کر کے مجھے بھیج دیں تو آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔ میں دو تین مضمون لکھنا چاہتا ہوں۔ یہ تفصیلات آپ کو اپنے دوستوں سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس کام میں میری مدد ضرور کریں گے۔

اس کے علاوہ اگر آپ کے گاؤں میں ایسے دلچسپ رسم و رواج ہوں جن کی تفصیل غیر ممالک کے پرچوں میں چھپ کر دلچسپی کا سامان پیدا کر سکے تو مجھے ضرور مطلع فرمائیے۔

میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور لکھیے۔ مصور اب آپ کو باقاعدہ مل جاتا ہوگا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۵)

اورینٹل نیوز ایجنسی
۱۷۔ اڈلفی چیمبرز۔ کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(ستمبر ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا خط اور نظمیں ملیں۔ بے حد شکریہ۔

آپ کے خط سے پتا چلتا ہے کہ آپ انٹرویو کے لیے لاہور گئے ہوئے تھے شاید کسی ملازمت کے سلسلے میں۔ کیا اس کا نتیجہ امید افزا نکلا؟ خدا کرے کہ آپ کی ملازمت کا سلسلہ کہیں نہ کہیں ہو گیا ہو۔

اوپیرا جب بھی تیار ہو جائے بھیج دیجیے گا مگر سب سے پہلے مصور کے دیوالی نمبر کے

WWW.KITAABISTAN.COM

لیے دیوالی ہی پر ایک نظم اپنے مخصوص رنگ میں لکھ کر روانہ کر دیجیے مگر بہت جلد۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ تکلیف میری خاطر ضرور گوارا کر لیں گے۔ میں آپ کا بہت ممنون ہوں گا۔

میری شادی؟...... میری شادی ابھی مکمل طور پر نہیں ہوئی۔ میں صرف ''نکاحیا'' گیا ہوں۔ میری بیوی لاہور کے ایک کشمیری خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اُس کا باپ مر چکا ہے، میرا باپ بھی زندہ نہیں۔ وہ چشمہ لگاتی ہے، میں بھی چشمہ لگاتا ہوں، وہ گیارہ مئی کو پیدا ہوئی، میں بھی گیارہ مئی ہی کو پیدا ہوا تھا، اُس کی ماں چشمہ لگاتی ہے، میری والدہ بھی چشمہ لگاتی ہے، اس کے نام کا پہلا حرف ایس ہے، میرے نام کا پہلا حرف بھی ایس ہے۔ ہم میں اتنی چیزیں COMMON ہیں بقایا حالات کے متعلق میں خود کچھ نہیں جانتا۔ پہلے وہ پردہ نہیں کرتی تھی، مگر جب سے اُس پر میرا حق ہوا ہے، اُس نے پردہ کرنا شروع کر دیا ہے (صرف مجھ سے)۔

شاہ دولہ کے چوہوں کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے، بہت کم ہے، بہر حال شکریہ قبول فرمائیے۔ اگر ہو سکے تو اسی قسم کے چند اور حالات لکھ بھیجئے۔ اگر آپ کسی کی معرفت ان چوہوں کے فوٹو منگوا دیں تو میں بے حد ممنون ہوں گا۔ دراصل میں نے اوپر لکھے ہوئے نام سے ایک نیوز ایجنسی کھولی ہے، جو غیر ممالک کو ایسی خبریں بہم پہنچایا کرے گی۔ ابھی کام شروع نہیں کیا، مگر امید ہے کہ تھوڑے عرصے تک اس اسکیم کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ آپ ان کے فوٹو حاصل کرنے کی کوشش ضرور کریں۔ میں ممنون و متشکر ہوں گا۔ اسی طرح جھنگ میں ''ہیر'' کے مقبرے کا فوٹو اگر مل جائے تو آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔ اِس مقبرے کے بارے میں اگر اسی قسم کی کچھ اور روایات منسوب ہوں، تو ضرور مطلع فرمائیے۔

میں آجکل بے حد مصروف ہوں، بال اتنے بڑھے ہوئے ہیں، مگر ان کو ہلکا کرنے کا وقت ہی نہیں مل رہا...... اللہ رحم کرے۔ میری طبیعت بھی چند دنوں سے سخت مکدّر ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ غیر شاعرانہ ماحول ہے۔

آپ کبھی بمبئی تشریف لائیے۔ ذرا لطف رہے گا۔

پرچہ آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے کیا؟

میرے لائق کوئی خدمت؟

N-B اگر ہو سکے تو اپنے کسی ادیب دوست سے دیوالی پر مضمون یا نظم ضرور لکھوا کر بھجوائیے۔ میں شاید اس عنوان سے کوئی مضمون لکھوں۔ ''ویشیا کی دیوالی''۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۶)

ایڈیٹر انچارج

مصور ویکلی

سیکنڈ پیر خاں اسٹریٹ۔ بمبئی ۸

(اکتوبر ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ گرامی نامہ ملا۔ آپ نے اپنے مصائب کا ذکر کر کے مجھے بے حد پریشان کر دیا ہے۔ حضرت میں خود بے حد دکھی ہوں...... آپ ایسی درد بھری باتیں مجھے نہ سنائیے۔ مجھے سخت ذہنی تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ نے میرا فوٹو دیکھا ہے اور افسوس ظاہر کیا ہے کہ میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ یہ کمزوری میرے جذبات کی علالت کا باعث ہے۔

آپ اپنی اسٹوری جلد از جلد مکمل کر کے بھیجئے۔ ان دنوں امپیریل فلم کمپنی میں ایک دو اسٹوریوں کی ضرورت ہے۔ حال ہی میں مَیں نے شانتی نکیتن کے پروفیسر مسٹر ضیاء الدین کی اسٹوری امپیریل میں منظور کرائی ہے۔ اُس سے امپیریل ہندوستان میں پہلا رنگین فلم بنائے گی۔ جلدی کیجئے تا کہ وقت گزر نہ جائے۔

میری طبیعت ان دنوں اچھی نہیں اس لیے خط بہت مختصر لکھ رہا ہوں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کی نظم بہت اچھی ہے۔ شکریہ۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(۱۷)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(نومبر ۸ ۱۹۳۸ء)

برادرِ عزیز

وعلیکم السلام۔ خط اور نظم ملے۔ بے حد شکریہ۔

نظم خوب ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ آپ کی نظموں میں ''ہستی'' مجھے بہت پسند آئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس سے بہتر نظم آپ پھر شاید ہی لکھ سکیں۔ ''ہمایوں'' میں شائع ہوئی تھی اور اُسی کے قابل تھی۔ آپ کی نظمیں یہاں بہت پسند ہو رہی ہیں۔ کل فلم سٹی میں رفیق غزنوی (مشہور موسیقار) نے آپ کی ایک غزل گا کر سنائی۔ کاش کہ آپ اپنے الفاظ کو موسیقی کی لہروں میں تیرتا ہوا دیکھتے...... رفیق خوب گاتا ہے۔ گیت کی روح کو وہ خوب سمجھتا ہے۔ اس کا گانا ''واہ'' نہیں ''آہ'' ہے اور میرا خیال ہے کہ موسیقی کی اصلیت بھی یہی ہے...... خاص کر ہندوستانی موسیقی کی۔

''دعا''...... میں دعا کا قائل ہوں...... ٹھیک اُسی طرح جس طرح میں مندر کی روح پرور فضا کا قائل ہوں۔ دعا کے لیے خاص لمحات ہوتے ہیں، جو دعا ہر وقت مانگی جائے، میرے خیال میں وہ دعا نہیں۔

میری اصلی شادی میں ابھی کچھ دیر ہے۔ اس دیر کا باعث میری مالی کمزوری کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

فی الحال آپ کو نیوز ایجنسی کے لیے خبریں فراہم کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیابی کی بہت کم امید نظر آتی ہے۔ ولایت سے جو خط آیا ہے، وہ بہت حوصلہ شکن ہے۔

''میرا بٹوا'' میں نہیں پڑھ سکا، اس لیے کہ ''ادبِ لطیف'' کا وہ پرچہ میرے پاس نہیں ہے۔ شاید 'اُن' کے یہاں پڑا ہے۔

مصوّر میں آپ کی غزلیں جس طریقے سے شائع کی جاتی ہیں، اُس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ نے ابھی تک گیت روانہ نہیں کیے؟...... افسانہ بھی آنا چاہیے۔

آپ سے ملاقات کرنے کو جی تو میرا بھی چاہتا ہے، مگر......

'ویشیا' کے متعلق میں ہی لکھ رہا ہوں، یہ سلسلہ شاید دیر تک جاری رہے گا۔ اِس ہفتے کے مصوّر میں میرا ایک تازہ افسانہ ''موم بتی کے آنسو'' شائع ہو رہا ہے۔ پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ فرمائیے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۱۸)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(نومبر ۸ ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا لفافہ ملا۔ گیتوں اور تصویر کا شکریہ۔ آپ کو ناحق اتنی زحمت اٹھانا پڑی۔

''موم بتی کے آنسو'' آپ نے پسند کیا...... شکریہ۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ اسے پسند کریں گے۔ میں نے اس کو لکھتے وقت انتہائی کوشش کی تھی کہ کوئی لفظ بھی غیر ضروری نہ ہو اور جیسا کہ آپ نے اپنی رائے میں لکھا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہا ہوں۔

ہمارے ''ادبی رسائل'' صحیح ادب کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہت کچھ لکھا جا سکتا تھا۔

پتی ورتا استریوں اور نیک دل بیویوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اب

WWW.KITAABISTAN.COM

ایسی داستانیں فضول ہیں۔ کیوں نہ ایسی عورت کا دل کھول کر بتایا جائے جو اپنے پتی کے آغوش سے نکل کر کسی دوسرے مرد کی بغل گرما رہی ہو اور اُس کا پتی کمرے میں بیٹھا سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہو گویا کچھ ہو ہی نہیں رہا۔

زندگی کو اُس شکل میں پیش کرنا چاہیے جیسی کہ وہ ہے، نہ کہ وہ جیسی تھی، یا جیسی ہو گی اور جیسے ہونی چاہیے۔

"دیوالی نمبر" میں کیا آپ نے "دیوالی کے دیے" پڑھا۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔

آپ کے گیت خوب ہیں۔ خاص کر "جوگی سو گئی" والا۔ اُس میں ایک مصرع ہے "تو کیا جانے کس کی خاطر..... اگر "کس کی خاطر" کے بجائے "کس کے کارن" ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ آپ کے گیت میں 'خاطر' کا تیز سُر نکل جائے گا۔

مجھے آپ کے افسانے کا انتظار رہے گا۔

میری صحت اب قدرے اچھی ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

میں نے فلم کے لیے ایک افسانہ "کیچڑ" کے عنوان سے لکھنا شروع کیا تھا۔ آدھا افسانہ لکھ کر رک گیا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے مطالعہ کے لیے بھیج دوں، شاید آپ کوئی رائے دے سکیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۹)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(دسمبر ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کے دو خطوط یکے بعد دیگرے ملے۔ میں اپنی سوتیلی والدہ کے انتقال پر امرتسر جا رہا تھا مگر چند وجوہ کے باعث ایسا نہ کر سکا۔ مصوّر میں میری روانگی کے متعلق

جو خبر چھپی تھی، صحیح تھی۔

اشعار اور افسانے کا شکریہ۔ میرے محترم دوست خلش صاحب نے آپ کے اشعار بہت پسند کیے ہیں۔ خلش صاحب شاعر نہیں شعر ساز ہیں، لیکن وہ مجھ سے کہیں بہتر اچھے اشعار پر داد دے سکتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ میں کوئی شعر صحیح نہیں پڑھ سکتا، گو میں دل ہی دل میں اچھے شعر کی داد دے سکتا ہوں۔

آپ کے چند اشعار میں چینی شعرا کی اختصار پسندی کی جھلک ہے مگر جو رنگ ان اشعار میں مجھے نظر آیا ہے، خالصتاً آپ کا ہے۔ آپ کے جذبات مکمل شکل میں نظر آتے ہیں اور چینی شاعری میں جذبات کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے گویا ایک وسیع میدان پر ہوائی جہاز اڑ رہا ہے۔ ابھی ندی نظر آتی ہے اور فوراً ہی جہاز اس پر سے گزر کر ریگستان میں پہنچ جاتا ہے۔ چینی شاعری کی اختصار پسندی کا باعث شاید تیز گامِ فکر ہے۔ ہماری پنجابی شاعری اس کے برعکس اختصار پسند ہونے کے باوصف بہت وسیع ہے۔ میں تو پنجابی شاعری کا عاشق ہوں، خصوصاً وہ جو دیہاتوں کی پیداوار ہے۔

آپ کا ایک قطعہ مجھے بے حد پسند آیا۔ کتنا سادہ ہے۔ دیہات کی فضا ایسا سادہ۔

ملگجے پردوں میں چھپ کر چاند کیا سوچا کیا
تارے کس کی فکر میں آنکھوں کو جھپکاتے رہے
اک مرے دل ہی میں تھا تیرا تصور، میرے دوست
یا زمانے بھر کو تیرے ہی خیال آتے رہے

میں اپنا نامکمل افسانہ MUD آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اگر ہو سکے تو آپ اس کی تکمیل میں میری ضرور مدد کریں۔

آپ کا افسانہ میں نے پڑھا..... میری بے لوث رائے یہ ہے کہ آپ بقدر کفایت ضبط کو کام میں نہیں لاتے۔ آپ کا دماغ اسراف کا زیادہ قائل ہے۔ ایک چھوٹے سے افسانے میں آپ نے سینکڑوں چیزیں کہہ ڈالی ہیں، حالانکہ وہ کسی دوسری جگہ کام آسکتی تھیں۔ آپ کا یہ افسانہ پڑھ کر مجھے آپ اُس بچے کے مانند نظر آئے ہیں جو سینما ہال میں فلم دیکھتے دیکھتے بیچ

WWW.KITAABISTAN.COM

میں کئی بار بول اٹھتا ہے۔

آپ کا یہ فقرہ کتنا اچھا ہے ''اگر ایک سلطنت میں دو بادشاہ نہیں سما سکتے تو ایک گلی میں دو گدا اگر کب سما سکتے ہیں۔'' اگر یہ سطر آپ کے افسانے کا BURDEN ہوتی تو کتنا اچھا تھا۔

وہ ٹچ بھی بے حد اچھا ہے جب مہرو، سیدی کو اپنے گھر میں لا کر بھیک مانگنا چھوڑ دیتا ہے۔ آپ کا افسانہ اسی ٹچ پر ختم ہو سکتا تھا۔ دراصل آپ نے بہت سی چیزوں کو ایک چھوٹے سے برتن میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

پھر سیدی کا اپنے ماضی کو یاد کرنا بھی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا مگر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نے کئی سطور اُس چھوٹی سی چیز کی نذر کر دی ہیں، حالانکہ چند لفظوں میں آپ اپنا مطلب واضح کر سکتے تھے...... مگر میں تو آپ کو سبق پڑھانے لگ گیا ہوں، گویا مجھ میں یہ خامیاں نہیں ہیں۔ معاف کیجئے گا۔ میں بہت باتونی ہوں، لیکن یہ خیال رہے کہ میں صرف اُن لوگوں ہی سے زیادہ باتیں کیا کرتا ہوں جن کو میں اپنا عزیز یقین کرتا ہوں۔

آپ کے افسانے کی روح بہت اچھی ہے۔ بہت اچھی ہے۔ آپ کو دفتر والے بتا سکتے ہیں کہ میں نے آپ کی کس قدر تعریف کی ہے۔ میں اس افسانے کو ایک بار پھر پڑھ کر آپ کو مفصل لکھوں گا۔

''انقلاب'' دفتر میں نہیں آتا۔ اس لیے آپ کا مرثیہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوگا۔ آپ اس کی کاپی روانہ فرما دیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

''کیچڑ'' کے بارے میں مجھے اپنی رائے سے فوراً مطلع کیجئے گا۔ میں اُسے جلد از جلد ختم کرنا چاہتا ہوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

آپ کی آسانی کے لیے میں مندرجہ ذیل سطور میں اس افسانے کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔ چونکہ

فلم کے لیے جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ کاغذ پر اتنا واضح نظر نہیں آتا جتنا پردے پر، اس لیے افسانے کی روح کو سمجھنے کے لیے میں ساتھ ساتھ اس کی ''تھیم'' سے بھی آپ کو آگاہ کر دوں گا۔

....

آپ فوراً ہی اس کے بارے میں غور فرما کر مجھے لکھیں۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہونگا۔ دیہات کی فضا کو چونکہ آپ مجھ سے کہیں بہتر سمجھتے ہیں، اس لیے آپ کو پلاٹ بنانے میں زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔

(منٹو نے اس خط کے ساتھ فلم ''کیچڑ'' کا خلاصہ بھی منسلک کیا تھا۔ مرتب)

(۴۰)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(دسمبر ۱۹۳۸ء)

برادرِ مکرم

اس سے قبل آپ کو MUD کا نامکمل پلاٹ روانہ کر چکا ہوں۔ امید ہے وصول فرما لیا ہوگا۔

کل ایکا ایکی اس افسانے کو تکمیل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اس ''حملے'' کا نتیجہ یہ ہوا کہ دماغ نے کچھ پیش کر دیا ہے جو آپ کے ملاحظے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ آپ ان تازہ خطوط پر افسانے کو پرکھئے گا۔ میں آپ سے اس لیے مشورہ لے رہا ہوں کہ آپ دیہات کی فضا سے بخوبی واقف ہیں اور آپ کا دل غایت درجہ حساس ہے، براہِ کرم اپنی رائے سے بہت جلد آگاہ فرمائیے گا۔

افسانہ کے اِن اوراق کے مطالعہ کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ نتھو سے میری پوری پوری ہمدردی ہے۔ اب ہمیں صرف یہ سوچنا ہے کہ یہ نتھو کس طرح کیچڑ کی طرف واپس آ سکتا ہے اور اُس کی سوشیلا سے ملاقات ہو سکتی ہے، نتھو کو یا تو بڑے شاندار طریقے پر مر جانا چاہیے یا پھر اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے ان لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔ وہ اپنے نظریے پر تا دمِ آخر کاربند رہے گا۔

WWW.KITAABISTAN.COM

آپ کی نظموں اور گیتوں وغیرہ پر رفیق غزنوی ڈاکہ ڈال کر لے گیا ہے۔

خلش صاحب آپ کے بے حد مداح ہیں، آپ کی شاعری کو وہ صحیح شاعری یقین کرتے ہیں۔ آجکل دفتر میں آپ ہی کا تذکرہ رہتا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

کیا اس سے قبل میں آپ کو کوئی خط لکھ چکا ہوں، جس کا آپ نے جواب نہ دیا ہو؟

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۱)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(جنوری ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ جس روز آپ کا خط ملا، میرا موڈ بہت اچھا تھا۔ آپ کے تعریفی الفاظ سے مجھے ذرا وہ ہو گیا...... میں لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ میں اپنی تعریف سے خوش نہیں ہوتا لیکن یہ سب جھوٹ ہے۔ آپ نے میرے افسانوں کی تعریف کی تو واللہ میں مخمور سا ہو گیا...... مگر کسی سے کہیے گا نہیں کہ مجھ میں یہ کمزوری ہے۔

کل رات سے میرا موڈ ٹھیک نہیں۔ طبیعت پر ایک بوجھ سا محسوس کر رہا ہوں۔ ایک عجیب وغریب تکان سی طاری ہے۔ میں اس اضمحلال کا سبب جانتا ہوں مگر اس سبب کے پیچھے اتنی چیزیں کارفرما ہیں کہ میں فرداً فرداً اُن پر غور نہیں کر سکتا اور اجتماعی صورت میں یہ ایک دُھند سی معلوم ہوتی ہیں۔ میں دراصل آج کل اُس جگہ پہنچا ہوا ہوں جہاں سے یقین اور انکار میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ جہاں آپ سمجھتے بھی ہیں اور نہیں بھی سمجھتے۔ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا ساری کی ساری مٹھی میں چلی آئی ہے اور بعض اوقات یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہاتھی کے جسم پر چیونٹی کی طرح رینگ رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا COMPLEX ہے جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا۔ اس سے روح اور دماغ کو سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس ایک ایسا سوئچ بورڈ SWITCH BOARD آجائے جس سے میں حسبِ خواہش روشنیاں پیدا کر سکوں۔ جس وقت چاہوں گھپ اندھیرا کر دوں اور جس وقت چاہوں روشنی کا سیلاب بہا دوں۔ کیا ایسی چیز مل جائے گی؟...... کچھ کہا نہیں جا سکتا!

کچھ بھی ہو مجھے اطمینان نصیب نہیں ہے۔ میں کسی چیز سے مطمئن نہیں ہوں ہر شے میں مجھے ایک کمی سی محسوس ہوتی ہے۔ میں خود اپنے آپ کو نامکمل سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنے آپ سے کبھی تسکین نہیں ہوتی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں جو کچھ ہوں، جو کچھ میرے اندر ہے، وہ نہیں، ہونا چاہیے، اُس کے بجائے کچھ اور ہی ہونا چاہیے۔

عشق و محبت کے متعلق سوچتا ہوں تو صرف شہوانیت ہی نظر آتی ہے۔ عورت کو شہوت سے الگ کر کے میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ پتھر کی ایک مورتی رہ جاتی ہے۔ مگر یہ ٹھیک بات نہیں، میں جانتا ہوں، نہیں میں جاننا چاہتا ہوں، کہ پھر آخر کیا ہے؟...... کیا ہونا چاہیے؟...... اگر یہ نہیں تو پھر اور کیا ہوگا؟

لیکن میں عورتوں کے بارے میں وثوق سے کچھ کہہ بھی تو نہیں سکتا۔ مجھے اُن سے ملنے کا اتفاق ہی کہاں ہوا ہے۔ عورت کا وہ تصور جو ہم لوگ اپنے دماغ میں قائم کرتے ہیں ٹھیک نہیں ہو سکتا...... کس قدر افسوسناک چیز ہے کہ عورتوں کے ہمسائے ہو کر بھی ہم اُن کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے۔ لعنت ہے ایسے ملک پر جو عورتوں کو ہم سے ملنے کے لیے روکے!...... مگر...... مگر کیا......؟ کچھ بھی نہیں!...... سب بکواس ہے۔

آپ کے عزیز کی ناگہانی موت سے بہت صدمہ ہوا۔ خدا آپ کو صبر عطا فرمائے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اگر ہو سکے تو اس خط کا جواب جلد لکھ دیجیے گا۔

MUD میں نے لکھ لیا ہے۔ مگر مکالمہ لکھنا باقی ہے جو دیر میں لکھا جائے گا۔ آجکل میں اپنے افسانوں کی ترتیب میں مشغول ہوں۔ کتابت شروع ہے۔

فیض صاحب آپ کی قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ وہ آپ کی نظمیں بہت پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خاص طور پر اُس کا ڈیزائن بناتے ہیں۔ تازہ پرچے میں انہوں نے آپ کی نظم کو بہت خوبی سے ILLUSTRATE کیا ہے۔

WWW.KITAABISTAN.COM

ادبِ لطیف میں آپ کا منظوم مکالمہ پڑھا۔ بہت خوب ہے۔ آئندہ پرچے میں اُس پر ریویو شائع ہو رہا ہے۔

یہ راجندر سنگھ صاحب بیدی کون ہیں؟...... یہ بھی ''مٹی کے ڈھیلے'' معلوم ہوتے ہیں۔ خوب لکھتے ہیں۔ انکے افسانے آپ غور سے پڑھا کریں...... ادبِ لطیف کو آپ اور بیدی صاحب پر نازاں ہونا چاہیے۔

دفتر میں ''کمال اتاترک نمبر'' کی ایک کاپی بھی نہیں بچی۔ بہر حال آپ کے لیے بڑی مشکل سے ایک پرچہ حاصل کیا گیا ہے جو کل بھیج دیا جائے گا۔ دفتری کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ آپ کے پرچے کا پیکنگ احتیاط سے کیا کرے۔

نذیر صاحب اور خلش آپ کو آداب عرض کرتے ہیں۔ یہاں ہم سب لوگ آپ کی باتیں کیا کرتے ہیں۔

افسانہ ضرور بھیجئے گا۔

''ہمایوں'' کے تازہ پرچے (فروری) میں میرا ''منتر'' پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ فرمائیے گا۔

میں بخیریت ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی بصحت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۲)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(جنوری ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ شکریہ!...... میں آگے کچھ اور لکھنا چاہتا تھا معاً میرے دماغ میں یہ خیال آیا کہ آپ اور میں، یعنی قاسمی اور منٹو، مٹی کے دو ڈھیلے ہیں جو لڑھک لڑھک کر قریب آنا چاہتے ہیں...... مٹی کے دو ڈھیلے......! ٹھیک ہے...... انسان مٹی کا

ڈھیلا ہی تو ہے۔

یہ سن کر بہت خوشی حاصل ہوئی کہ آپ کو انعام میں ایک طلائی تمغہ ملا...... مجھے تمغے پسند ہیں، مگر ان پر کھدے ہوئے حروف اور شکلیں بالکل ناپسند ہیں، جو گونگی ہوتی ہیں۔

آپ کا خط ڈاکیے نے اس وقت میرے ہاتھ میں دیا، جبکہ میں اپنی اسٹوری MUD کو مکمل کر رہا تھا۔ آپ کی رائے پر میں نے غور کیا، مگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے غیر فلمی ہے۔ اس لیے مجھے اُس سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ بہر حال آپ یہ سن کر خوش ہونگے کہ میں نے ''کیچڑ'' مکمل کر لیا ہے۔ جو کچھ میں چاہتا تھا اُس کا ۳/۴ حصہ اُس میں آ چکا ہے۔ بقایا آ جائے گا اس لیے کہ میں دن رات اسی کے متعلق غور و فکر کرتا رہتا ہوں۔

MUD میں آپ کو بہت سی نئی چیزیں نظر آئیں گی۔ ''نیا قانون'' کے استاد منگو کی جھلک آپ کو نتھو کے کیریکٹر میں ملے گی۔ پھر میں نے اپنے ہر کیریکٹر کو اُس کی برائیوں اور اچھائیوں سمیت پیش کیا ہے۔ اگر یہ اسٹوری فلمائی گئی اور ڈائریکشن اُس چیز کو برقرار رکھ سکی جو میرے سینے میں ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ میرے MUD میں سارا ہندوستان دیکھ لیں گے۔

''خودکشی'' میں بچپن ہے، یہ اُس زمانے کی تحریر ہے، جب میں خودکشی کا خیال کیا کرتا تھا۔ آپ نے ضرور محسوس کیا ہوگا کہ افسانے کی عبارت ایک ایسے سینے سے نکلی ہوئی ہے، جو بہت چھوٹا ہے۔

آپ ''اوپیرا'' لکھ کر ضرور روانہ فرمائیے۔ یہاں سے آپ کو اس کا حق الخدمت روانہ کر دیا جائے گا۔ رفیق صاحب اسے کمپوز کریں گے۔

آپ کی نظمیں مل گئیں۔ بے حد شکریہ۔ مصوّر میں چھپتی رہیں گی۔ رفیق صاحب سب کی سب لے گئے ہیں۔

خلش صاحب اور نذیر صاحب آداب عرض کرتے ہیں۔

اگر ہو سکے تو ''ساقی'' کے سالنامے میں ''پھاہا'' اور ''ادبِ لطیف'' کے سالنامے میں ''ٹیڑھی لکیر'' ضرور پڑھیے گا۔

کیا آپ نے مصوّر میں ''نیا سال'' پڑھا؟...... کیا رائے ہے؟

WWW.KITAABISTAN.COM

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا بھائی
سعادت حسن منٹو

(۲۳)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(فروری ۹ ۱۹۳۹ء)

برادرِ عزیز

محبت نامہ ملا۔ غزلوں کا شکریہ...... میں اس کے آگے اسی قسم کے چند اور رسمی الفاظ لکھنے والا تھا کہ آپ کے خط کی درج ذیل سطر پر نظر پڑی۔

’’کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ کیوں نہ اپنی زندگی کو بد پرہیزیوں کی نذر کر دوں......‘‘ میں اپنی زندگی کا ۴ / ۳ حصہ بد پرہیزیوں کی نذر کر چکا ہوں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے پرہیز نہیں کیا۔ اب تو یہ وقت آ گیا ہے کہ پرہیز کا لفظ ہی میری ڈکشنری سے غائب ہو گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ زندگی اگر پرہیز میں گزاری جائے تو بھی قید ہے، اگر بد پرہیزیوں میں گذاری جائے تو بھی قید۔ کسی نہ کسی طرح ہمیں اس اُونی جراب کے دھاگے کا ایک سرا پکڑ کر اسے ادھیڑتے جانا ہے اور بس۔ میں اپنا کام آدھے سے زیادہ کر چکا ہوں۔ باقی آہستہ آہستہ کروں گا۔ اس لیے کہ میں بہت جلد مرنا نہیں چاہتا۔ جس روز مجھے معلوم ہو گیا کہ میں کیا ہوں تو میں موت کو بلانے میں کوئی پس و پیش نہ کروں گا۔

میری زندگی ایک دیوار ہے، جس کا پلستر میں ناخنوں سے کھرچتا رہتا ہوں۔ کبھی چاہتا ہوں کہ اسکی تمام اینٹیں پراگندہ کر دوں، کبھی یہ جی میں آتا ہے کہ اس ملبے کے ڈھیر پر ایک نئی عمارت کھڑی کر دوں۔ اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہوں۔ دماغ ہر وقت کام کرنے کے باعث تپتا رہتا ہے، میرا نارمل درجۂ حرارت ایک ڈگری زیادہ ہے، جس سے آپ میری اندرونی تپش کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

میں بہت کچھ لکھنا چاہتا ہوں مگر نقاہت،...... وہ مستقل تھکاوٹ جو میرے اوپر طاری

رہتی ہے کچھ کرنے نہیں دیتی۔ اگر مجھے تھوڑا سا سکون بھی حاصل ہو تو میں وہ بکھرے ہوئے خیالات جمع کر سکتا ہوں جو برسات کے پتنگوں کی مانند اڑتے رہتے ہیں مگر...... اگر اگر...... کرتے ہی کسی روز مر جاؤں گا اور آپ بھی یہ کہہ کر خاموش ہو جائیں گے ’’منٹو مر گیا‘‘...... منٹو تو مر گیا صحیح ہے...... مگر افسوس اس بات کا ہے کہ منٹو کے وہ خیالات بھی مر جائیں گے جو اُس کے دماغ میں محفوظ ہیں۔

اگر کوئی صاحب میرے ساتھ وعدہ کریں کہ وہ میرے دماغ میں سے سارے خیالات نکال کر ایک بوتل میں ڈال دیں گے تو منٹو آج مرنے کو تیار ہے۔ منٹو، منٹو کے لیے زندہ نہیں ہے...... مگر اس سے کسی کو کیا؟...... منٹو ہے کیا بلا؟...... چھوڑیئے اس فضول قصے کو...... آیئے کوئی اور بات کریں۔

کرشن چندر صاحب خوب لکھتے ہیں۔ ہمایوں...... ادبی دنیا وغیرہ میں اُن کے افسانے پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

آپ کا افسانہ پڑھا۔ بہت اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ آپ کا یہ فقرہ مجھے بہت پسند آیا۔
’’اُس کے دل سے آواز آئی اور اُسے شبہ ہونے لگا کہ شاید انسپکٹر نے بھی یہ آواز سن لی ہے۔‘‘

آپ کے اس افسانے میں مجھے ’’چیخوف‘‘ کا رنگ نظر آیا۔ تازہ پرچے میں چھپ جائے گا۔ آپ اسی طرح کبھی کبھی اپنا افسانہ بھیج دیا کریں۔

آپ نے ’’منتر‘‘ پسند کیا۔ شکریہ۔

رفیق صاحب آپ کی ایک غزل اس مہینے ریڈیو پر گا رہے ہیں۔ ’’انڈین لسنر‘‘ میں آپ کا نام دیکھا تھا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خلش صاحب اور نذیر صاحب آداب عرض کرتے ہیں۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(۲۴)

اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(مارچ ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ میں ایک عرصے سے تندرست تھا اور آپ کو اس پر تعجب ہوا تھا۔ اب آپ کا تعجب یہ سن کر دور ہو جائے گا کہ میں پچھلے ہفتے سے علیل ہوں۔ سینے میں شدت کا درد ہو رہا ہے۔ ناک بہہ رہی ہے۔ ہلکا بخار ہے، اعضا شکنی کی بھی شکایت ہے اور کیا کچھ نہیں ہے۔ طبیعت سخت مضمحل ہے، دراصل میں تھک گیا ہوں۔ بے حد تھک گیا ہوں۔

آجکل میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے کیا سوچنا چاہیے۔

براہ کرم آپ اوپیرا لکھ کر فوراً روانہ فرما دیں۔ بخاری صاحب سے میں وعدہ کر چکا ہوں۔ رفیق صاحب نے پچھلے دنوں آپ کی ایک غزل گائی تھی، اب پھر گائیں گے۔ آپ کا افسانہ تازہ پرچے میں شائع ہو رہا ہے۔

وہی جو آپ نے ادب لطیف میں بھیجا ہے اگر ریڈیو پر کھیلا جاسکے تو آپ فوراً روانہ فرما دیجیے۔

میرے سینے میں شدت کا درد ہو رہا ہے، لکھ رہا ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلم میں بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۵)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(اپریل ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

السلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے محبت نامے کا جواب میں فوراً ہی نہ لکھ سکا۔

دراصل میں بے حد مصروف رہا۔ مجھے MUD مکمل کرنا تھا۔ آپ کو سن کر خوشی ہوگی یہ افسانہ اب صحیح شکل اختیار کر گیا ہے اور ایک فلم کمپنی کے ساتھ اس کا سودا بھی طے ہو گیا ہے۔ کل سے میں اس کے مکالمے لکھنے میں مصروف ہو جاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے گیت آپ لکھیں۔ اس لیے میں آپ کو اصل افسانہ بھیج رہا ہوں۔ جہاں جہاں آپ ضرورت سمجھیں، اسی ضرورت کے مطابق گیت لکھ کر بھیج دیں۔ مگر بہت جلدی۔ اس کی شوٹنگ اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو شروع ہو جائے گی۔ اگر آپ پانچ چھ گیت ۲۰ تاریخ تک روانہ کر سکیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ کو فلمی لائن سے متعارف کراؤں۔ آپ میں وہ تمام اہلیتیں موجود ہیں جو ایک اچھے فلمی افسانہ نگار میں ہونا چاہئیں۔ ''کیچڑ'' میں ''مٹی کے دونوں ڈھیلے'' آجائیں تو کیا مضائقہ ہے۔

پہلا گیت آپ فوراً ہی لکھ کر بھیج دیں۔ یہ (SCENE 7) سے متعلق ہے۔ گیت ایک منظوم FARCE کی صورت میں ہونا چاہیے۔ حلقے میں سے ایک ایک آدمی آواز لگائے اور ایک سطر گائے جس کا مفہوم کچھ اس طرح کا ہو ''آؤ ہم تمہیں بندروں کی کہانی سنائیں'' پھر حلقے کا ایک اور آدمی گائے ''سنو...... شہر میں ایک روز میں جا رہا تھا'' اتنے میں ایک اور کہے کہ ''ایک میم بل کھاتی ہوئی آئی'' ...... جب وہ کہے گا تو حلقے میں سے ایک عورت میم کا سوانگ بھرے بل کھاتی اور مٹکتی ہوئی آگے بڑھے گی...... قدموں کی چاپ میں بھی ایک تال ہوگی جو آپ کے مصرعے کے وزن کے مطابق ہونا چاہیے، مثلاً چھن چھن چھن چھن چھن چھن چھن چھن ...... اسی طرح ایک ''صاحب'' بڑھتا ہے، اب آپ اُن دونوں کے درمیان مضحکہ خیز منظوم گفتگو پیدا کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ میرے سمجھانے کے BLUNT طریقے کو معاف کر دیں گے اور خود کوئی اچھوتی چیز پیش کریں گے۔ اگر ایک مصرع ایک وزن کا ہو دوسرا دوسرے وزن کا ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ ایسی طرز رفیق غزنوی بٹھائے گا۔

آپ کا خط میرے سامنے نہیں، اس لیے کچھ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

میں نے مکان تبدیل کیا ہے اور کمرہ نمبر ۱۵ میں اُٹھ آیا ہوں، اس لیے کہ ۲۶ تاریخ

WWW.KITAABISTAN.COM

ماہ حال کو میری شادی ہو رہی ہے۔

آپ مندرجہ بالا مضمون کا گیت لکھ کر فوراً بھیج دیں۔ ممنون ہوں گا۔ آپ جتنے گیت لکھیں گے ان کا معاوضہ آپ کو بھجوا دیا جائے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خلش صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ وہ غلطی سے آپ کی تمام غزلیں ساتھ لیتے گئے۔ اب وہ آگئے ہیں اور اس ہفتے سے پھر مصور میں آپ کی نظموں کی اشاعت شروع ہو رہی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۶)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(مئی ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ مل گیا تھا، مگر مجھے افسوس ہے کہ میں چند در چند وجوہ کے باعث آپ کو فوراً ہی رسید سے مطلع نہ کر سکا۔ میں بہت مصروف رہا۔ وہ گھر میں آتے ہی بیمار پڑ گئیں، اور مجھے سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب خدا کا فضل ہے میں اور وہ دونوں بخیریت ہیں۔ آج رات کو فرصت ملی اور آپ کو یہ خط لکھنے بیٹھ گیا۔ امید ہے کہ آپ ناگزیر تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔ MUD کی شوٹنگ شروع ہو گئی ہے۔ میں اُس کا منظر نامہ نہیں لکھ سکا۔ صرف دو سین لکھے تھے جو فلما لیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ تین مہینے کے اندر اندر یہ پکچر مکمل ہو جائے گی۔ دعا کریں کہ یہ کامیاب ہو۔

آپ کے گیت ملے۔ شکریہ۔ معاف فرمائیے، مجھے FARCE بالکل پسند نہیں آیا۔ دراصل اس میں میرا اپنا قصور ہے۔ میں نے غلطی کی جو آپ کو یہاں سے ''فارس'' کا نقشہ بنا کر بھیجا۔ اب آپ اپنی مرضی سے، یعنی جیسا آپ چاہیں، یہ فارس لکھ کر بھیج دیں۔ نفسِ مضمون

وہی ہو۔ لیکن ایک بات کا ضرور خیال رکھیے گا کہ فارس بہت طویل نہ ہو۔ جو آپ نے اپنے خط میں لکھ کر بھیجا ہے، وہ دو ہزار فٹ سیلولائڈ پر پھیلے گا۔ میں صرف پانچ چھ سو فٹ میں اس فارس کو ختم کر دینا چاہتا ہوں اور پھر آپ نے انگریزی اور فارسی کے جو لفظ استعمال کیے ہیں وہ حقیقت سے بہت دور معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے پرہیز کریں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرا مافی الضمیر سمجھ گئے ہوں گے۔

سوشیلا والا گیت رفیق کو کمپوز کرنے کے لیے دے دیا گیا ہے۔ جو گیت آپ نے پرتھوی کے لیے لکھا ہے، وہ بھی مجھے پسند نہیں، اس میں مجھے آپ کا خاص رنگ نظر نہیں آتا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ بے حد مختصر ہو اور پرتھوی کے تمام جذبات کا حامل۔ یہ گیت بے حد جذباتی ہونا چاہیے۔ آپ اسے دوبارہ لکھ کر روانہ فرمائیں۔

سوشیلا کے گیت میں آپ کے ''سندر سنسار'' والے ٹچ نے مجھے سین لکھنے میں بہت مدد دی۔ یہ گیت اچھا ہے۔ باقی گیتوں کے لیے میں آپ کو پھر لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔

میں بہت خوش ہوں۔

مجھے امید ہے کہ آپ متذکرہ صدر گیت فوراً ہی لکھ کر روانہ کر دیں گے تاکہ مزید تعویق نہ ہو۔ رفیق کو انتظار رہے گا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۷)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(جون ۱۹۳۹ء)

پیارے ندیم

تمہارے دونوں خط ملے۔ سوچ رہا ہوں کہ تم میں اتنا اخلاص کیوں ہے؟...... میں

WWW.KITAABISTAN.COM

ڈرتا ہوں۔ اندھیرے میں رہنے والا زیادہ تیز روشنی کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔ تمہارا خط مجھے ڈرا دیتا ہے۔ کیا کروں، عمر بڑھنے کے ساتھ مجھ میں بچپن آتا جاتا ہے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب میں گھٹنوں کے بل چلوں گا اور تتلا تتلا کے باتیں کروں گا۔ لوگ پھیلتے ہیں، میں سکڑ رہا ہوں۔

زندگی کے جن ادوار سے میں گزر رہا ہوں۔ اس پر نظر کرنے کی میرے پاس فرصت نہیں۔ کئی اسٹیشن آتے ہیں جن پر میری زندگی کی گاڑی ٹھہرتی ہے۔ مگر میں تھکاوٹ سے چور سفر کے آغاز ہی سے تنگ آیا ہوا وہ بورڈ ہی نہیں پڑھ سکتا جس سے مجھے اسٹیشن کا نام معلوم ہو جائے۔ عجب حالت ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور سمجھ میں آئے بھی کیسے جبکہ سمجھنے کی فرصت ہی نہیں۔

کرشن چندر کہتے ہیں میں ان کے لیے نیا افسانہ لکھوں...... جی چاہتا ہے ان کو اپنا تازہ فوٹو کھنچوا کر بھیج دوں۔ آنکھوں والے اسے دیکھ کر کئی نئے افسانے پڑھ لیں گے۔

تم نے بہت تاکید کی ہے کہ میں ''نئے زاویے'' کے لیے غیر مطبوعہ افسانہ بھیجوں۔ مجھ سے پوچھو تو یہ افسانہ نگاری بالکل بکواس ہے جس کے عوض صرف شکریہ ملے...... میرا ڈاکٹر جو ہر روز مجھے دوا بھیجتا ہے شکریے کے علاوہ روپے بھی مانگتا ہے۔ کل اُس نے ایک روپیہ واپس بھیج دیا تھا اس لیے کہ اس میں کھنکھناہٹ کم تھی۔ خیال تھا کہ کل افسانہ شروع کروں گا مگر اس کم کھنکھناہٹ والے روپے کو ہتھیلی پر رکھا تو میری سب کھنکھناہٹ غائب ہوگئی......

بہر حال افسانہ لکھ دوں گا اس لیے کہ تمہاری سفارش ہے اور کرشن چندر سے بھی مجھے پیار ہے۔ کرشن چندر صاحب کو اتنا ضرور لکھ دو کہ میری ماں مرگئی ہے اس کا ماتم کرنے کے لیے مجھے جو فرصت مل سکتی ہے وہ میں اُن کے حوالے کر دوں گا۔

مکتبہ اردو والوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ دس جون کو ۱۵۰ روپے میں سے پہلی قسط پچاس روپے کی بھیج دیں گے مگر اب تک منتظر ہوں...... مجھے اس تانبہ ملی ہوئی چاندی کی آمد کا شدید انتظار ہے۔ دیکھیے وہ مجھ پر کب کرم کرتے ہیں۔

''قاضی جی کا فیصلہ'' لکھنؤ بھیجا گیا تھا۔ مگر واپس آگیا۔ اب دہلی بھیجا ہے، دیکھئے کیا

جواب آتا ہے۔ حیدر آباد والوں نے تو ابھی تک رسید سے مطلع نہیں کیا۔ ''پنگھٹ پر'' جولائی میں بک ہوگیا ہے۔ ''قاضی جی کا فیصلہ'' اگست میں ہوگا۔ (یہ دونوں بمبے سے براڈ کاسٹ ہوں گے۔)

طبیعت بہت اداس رہتی ہے۔ جی چاہتا ہے کچھ کروں...... یہ ''کچھ'' کیا ہے؟......سوچ رہا ہوں۔

اس وقت کرپارام صاحب کے گھر میں بیٹھا ہوں۔ بارش ہو رہی ہے۔ پنڈت جی سلام لکھواتے ہیں۔ وہ علیحدہ خط بھی لکھیں گے۔

صفیہ بصحت ہے۔ آداب عرض کرتی ہے۔ اس وقت سامنے بیٹھی بچے کے لیے دودھ بنا رہی ہے۔

میں بہت دکھی ہوں۔

(۱) ''پنگھٹ پر'' ۲۳ر جولائی کو بمبے سے براڈ کاسٹ ہوگا۔ اس کا حق الخدمت بیس روپے ملے گا۔ خواجہ ظہیر الدین کے نام سے نشر ہوگا۔

(۲) مکتبہ اردو والوں نے آج ۵۰ روپے منی آرڈر کے ذریعے سے بھیج دیے ہیں۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۲۸)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(جولائی ۹ ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ اور گیت ملے۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اب یہ گیت فلم میں شامل نہیں کیے جا سکیں گے، اس لیے کہ میں نے فلم کی پروڈکشن میں دلچسپی لینا چھوڑ دیا ہے۔ ڈائریکٹر صاحب کو میرا مکالمہ پسند نہیں آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ تم لکھتے ہو، میری سمجھ

WWW.KITAABISTAN.COM

سے بالاتر ہے۔ اب وہ ایک ایسے مکالمہ نویس سے اس اسٹوری کا مکالمہ لکھوا رہے ہیں جس کا لکھا ہوا ان کی سمجھ میں آجاتا ہے۔ میں بہت خوش ہوں کہ روز روز کے جھگڑوں سے نجات ملی اور وہ بھی خوش ہیں ان کو میری جرح کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ چونکہ مکالمہ کوئی اور لکھ رہا ہے، اس لیے میں نے آپ کے گیت پیش کرنا مناسب نہیں سمجھا...... میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مجھے اس کا افسوس ہے، مگر درحقیقت مجھے اس کا کوئی افسوس نہیں ہے، بلکہ میں خوش ہوں کہ آپ کے گیت میرے پاس محفوظ ہیں اور وہ میری حفاظت میں ان لوگوں کے کھردرے ہاتھوں سے محفوظ رہیں گے۔

خلش صاحب گیت نہیں لکھیں گے۔ وہ مجھ سے اور آپ سے کہیں بڑھ کر باغی ہیں۔

''ادبِ لطیف'' کے ڈرامہ نمبر میں آپ کا منظوم ڈرامہ پڑھا۔ بہت باا ثر چیز ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

تھوڑے روز ہوئے میں اور رفیق غزنوی ریڈیو اسٹیشن گئے۔ وہاں مسٹر بخاری سے ملاقات ہوئی۔ ہم دیر تک آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ مسٹر بخاری کو آپ کی نظمیں بہت پسند ہیں۔ ''ضیغمِ ہندوستان'' کا یہ مصرعہ ''ماں مرے سپنے نہ ڈر جائیں ذرا آہستہ بول'' انہیں بہت پسند آیا اور آپ کی ایک غزل کے وہ شعر تو وہ دیر تک پڑھتے رہے اور مزا لیتے رہے۔ وہی غزل جس کے ایک شعر کا مصرعہ ثانی یہ ہے:۔

ترے اسیر کا دل اس قدر سیاہ نہیں

بخاری صاحب کی خواہش ہے کہ آپ فوراً بمبئی چلے آئیں۔ انہوں نے مجھ سے بار بار تاکیداً کہا ہے کہ آپ کو یہاں بلوالوں۔ وہ آپ سے اوپیرا لکھوانا چاہتے ہیں، ان سے آپ کو معقول آمدن ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے لیے اور بھی کوئی وسیلہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ فوراً چلے آئیں گے۔ میں اُن سے وعدہ کر چکا ہوں، اس کے علاوہ میری بھی خواہش ہے کہ ہم دونوں پاس پاس ہوں۔

میں بخیریت ہوں۔ آپ کی بھابی بھی بصحت ہے۔

مجھے فوراً لکھئے کہ آپ کب تک یہاں تشریف لے آئیں گے۔ اگر کرائے وِرائے کی

ضرورت ہو تو میں یہاں سے کچھ روپے آپ کو بھجوادوں گا۔

میرے افسانے دو ماہ کے اندر اندر چھپ کر تیار ہوجائیں گے۔ میں نے اس مجموعے کا نام ''روشنی اور سائے'' رکھا ہے۔ فرمایئے کیسا ہے؟

آپ کے جواب کا مجھے بے حد انتظار رہے گا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۲۹)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(اگست ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ شکریہ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھیجا تھا۔ حیرت ہے کہ وہ آپ کو کیوں نہ ملا۔ ہوسکتا ہے کہ میں نے لفافے پر پتہ غلط لکھ دیا ہو۔ بہر حال میں نے لکھا ضرور ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ کو اس ''کاروباری خط'' سے دکھ ہوا۔ دراصل میں نے وقت بچانے کے لیے ایسا کیا تھا، ورنہ میں عام طور پر ہر ایک کو خط اپنے ہاتھ ہی سے لکھ کر بھیجا کرتا ہوں۔

میں واقعی بہت مصروف رہا۔ شراب نمبر کی ترتیب و تدوین میں مشغول تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ریڈیو کے لیے دو تین ڈرامے لکھنا تھے اور چھ سات نقل کرنا تھے اور پھر گھر کے اور بہت سے کام کاج بھی تھے۔ چیونٹیوں بھرا کباب بنا رہا۔ اب فرصت ملی ہے اور آپ کو یہ سطور لکھ رہا ہوں۔

شراب کے خلاف میں نے لکھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور نہ اس کے حق میں لکھنے کی ضرورت مجھے محسوس ہوئی۔

WWW.KITAABISTAN.COM

آپ کی نظموں کا شکریہ۔ دونوں چھاپ دی گئی ہیں۔

میرے مفصل حالات کیا ہوں گے۔ بہر حال سن لیجئے۔

حال ہی میں ایک تازہ افسانہ ''نعرہ'' لکھا ہے جو شاید ''پگلا'' کے عنوان سے دسمبر کے ''ہمایوں'' میں چھپے۔ حامد علی صاحب نے اسے اُتنا پسند نہیں کیا جتنا انہوں نے ''نیا قانون'' کو کیا تھا۔ لیکن مجھے یہ افسانہ بہت ہی عزیز ہے آپ پڑھ کر اپنی رائے سے ضرور آگاہ فرمایئے گا۔

''ساقی'' کے کسی آئندہ شمارے میں آپ کو میرا ایک افسانہ ''ایکٹریس کی آنکھ'' نظر آئے گا۔ یہ بالکل فضول سا افسانہ ہے جس سے مجھے بالکل پیار نہیں۔

اسکرین کے لیے ایک اسٹوری لکھی ہے جو ''قیادت'' پر ایک زہریلا طنز ہے، امید ہے کہ یہاں کی کوئی فلم کمپنی اسے خرید لے گی۔ اس کا مکالمہ میں نہیں لکھ سکا اور نہ میں لکھوں گا، اس لیے کہ ڈائریکٹر وغیرہ اس کو عام طور پر مسخ کر دیا کرتے ہیں۔

ایک مکالمہ ''محبت کی پیدائش'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ شاید مصور میں چھپے۔

ان دنوں میں بہت مفلس ہوں۔ میرے قلمدان میں صرف ایک روپیہ چار آنے ہیں جو آج شام تک خرچ ہو جائیں گے۔ امید ہے کل ریڈیو والوں کا ایک چیک آجائے گا اور مفلسی کچھ کم ہو جائے گی، بہر حال گذارہ ہو رہا ہے۔

صفیہ آپ کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اس کو آپ کے افسانے بہت پسند آتے ہیں۔ نظمیں وہ بہت کم پڑھتی ہے۔

ان دنوں اُس کی طبیعت ٹھیک نہیں، اس نے ایک افسانہ ''کنوارے سپنے'' کے عنوان سے شروع کیا ہے، جو مکمل ہونے کے بعد شاید ''ساقی'' میں چھپے۔ آپ ضرور پڑھئے گا۔

آپ کے سب افسانے میں خوب غور سے پڑھوں گا۔

خلش صاحب یہاں نہیں ہیں۔ ان دنوں وہ لاہور میں ہیں۔ ان کے آنے پر معلوم ہو سکے گا کہ دفتر میں آپ کی کتنی نظمیں غیر مطبوعہ پڑی ہوئی ہیں۔

میں نے آپ سے ریڈیو کے لیے منظوم ڈرامہ لکھنے کو کہا تھا، مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ

نے ابھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

میں آپ کو ایک روسی مصنف کا ڈرامہ ''تماشہ گاہ نفس'' بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ اسے بڑی سہل زبان میں منظوم کر دیں تو یہاں بمبے میں اسٹیج ہو سکتا ہے، لیکن اس صورت میں کہ اگر یہ کام جلدی ہو سکے۔ پندرہ روز تک آپ مجھے یہ ڈرامہ واپس بھیج دیں۔ اس سے آپ کے نام سے یہاں کی ادبی دنیا بطریق احسن متعارف ہو سکتی ہے۔

صفیہ سلام عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۰)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کے دونوں خط یکے بعد دیگرے ملے۔ میں بیمار تھا اس لیے دیر کے بعد جواب لکھ رہا ہوں۔ کمر پر پھوڑا نکل آیا تھا جس نے دو تین ہفتے سخت تکلیف دی۔ اب بفضلِ خدا آرام ہے۔

یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو ملازمت مل گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شاعر کے لیے محتسب بننا بہت مشکل ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس ملازمت کے ذریعے سے آپ پر زندگی کے بہت سے دروازے کھل جائیں گے، اور آپ کے حلقۂ فکر میں وسعت پیدا ہو جائے گی۔

میں چاہتا تھا کہ آپ یہاں چلے آئیں مگر اب میری خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ بہر حال آپ وہیں سے ریڈیو کے لیے منظوم ڈرامہ لکھ کر بھیجیں۔ ایسا ڈرامہ لکھتے وقت آپ یہ موٹی موٹی چیزیں پیش نظر رکھیں۔

WWW.KITAABISTAN.COM

(۱) شعروں کا وزن جداگانہ ہو۔

(۲) کہیں کہیں ڈیوئٹ DUET بھی ہوں (بشرطیکہ مضمون اس کی اجازت دے)۔

(۳) منظر نگاری بھی آپ شعروں کے ذریعے سے کر سکتے ہیں۔

(۴) شعر ایسے ہوں جو گائے جا سکیں۔ گیت کے طرز پر لکھنے کی کوشش کریں۔

آپ کے منظوم ڈرامے "ضیغم ہندوستان" میں سوال و جواب کا طرز بہت اچھا تھا۔ آپ اُسے قائم رکھیں۔

ان ہدایات کے پیشِ نظر آپ فوراً ہی کوئی دردناک ڈرامہ لکھ کر بھیج دیں تاکہ یہاں ریڈیو اسٹیشن کو دے دیا جائے۔

میں نے بیماری کے دنوں میں ایک تازہ افسانہ "نعرہ" کے عنوان سے لکھا ہے یہ ہمایوں میں چھپے گا اور شاید بمبے سے براڈکاسٹ بھی ہو۔

آپ کی نظمیں اور افسانے میں پڑھتا رہتا ہوں۔

"ادبِ لطیف" کے تازہ شمارے میں راجندر سنگھ بیدی کا افسانہ "دس منٹ بارش میں" پڑھا۔ خوب لکھا ہے مگر طرزِ بیان بہت الجھا ہوا ہے۔

مسٹر کرشن چندر سے میرا سلام کہئے۔ میرا کون سا افسانہ انہوں نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، کیا آپ اُس رسالے کی ایک کاپی مجھے بھجوا سکتے ہیں جس میں یہ چھپا ہے؟ بے حد ممنون ہوں گا۔

میرے افسانے کی کتابت مکمل ہو چکی ہے۔ دہلی طباعت کے لیے بھیج دی گئی ہے۔

آپ کی کتاب کب چھپ رہی ہے۔ اگر چھپ گئی تو فوراً بھجوا دیجئے۔

صفیہ آپ کو سلام لکھواتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۱)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ آپ کا محبت نامہ ملا۔ گیتوں کا شکریہ۔ میں نے انہیں ڈرامے میں شامل کر لیا ہے اور ریڈیو والوں کو بھیج دیا ہے۔ امید ہے کہ نومبر میں براڈکاسٹ ہو جائے گا۔ میں نے گیتوں کے ساتھ ساتھ آپ کے نام کا ذکر کر دیا ہے۔

یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ آپ کی طبیعت پریشان رہتی ہے۔ پریشان تو میں بھی رہتا ہوں۔ دراصل یہ پریشانی اس نظام کا باعث ہے جو ہم پر عائد کیا گیا ہے۔

"شاہکار" میرے پاس نہیں آتا، اس لیے میں آپ کے افسانے پڑھ نہ سکوں گا۔ ساقی کے نمبر میں جو آپ کا افسانہ چھپا ہے، میں ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔

"ساقی" کے آئندہ نمبر میں آپ کا "ہیر رانجھا" چھپے گا۔ شاید اس کے ساتھ میرا "ایکٹریس کی آنکھ" بھی چھپے اور اس کے بعد یہ افسانے یکے بعد دیگرے چھپیں گے۔ "لالٹین"..... "محبت کی پیدائش" اور "اُس کا پتی"۔

ادبِ لطیف کے افسانہ نمبر میں میرا بھی ایک افسانہ چھپ رہا ہے۔ اس کا عنوان "شہ نشین پر" ہے۔ پڑھ کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیے گا۔

مجھے پچھلے دنوں ایک ضروری کام کی وجہ سے دہلی جانا پڑا وہاں سے مجھے سردار دیوان سنگھ مفتون نے لاہور بھیج دیا۔ لاہور میں صرف ایک روز رہا۔ وہاں سے امرتسر آیا اور دو روز ٹھہر کر دہلی چلا آیا اور وہاں آٹھ گھنٹے ٹھہر کر یہاں واپس پہنچ گیا۔

خلش صاحب بہت جلدی بمبئی آنے والے ہیں، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کی نظموں کا اسٹاک ختم ہو چکا ہے۔ کسی گذشتہ ہفتے، جب کہ میں دہلی میں تھا، کاتب صاحب نے آپ کی نظم ایک رسالے سے نقل کر لی تھی۔ اگر ہو سکے تو اور نظمیں بھیج دیجئے۔

WWW.KITAABISTAN.COM

ریڈیو کے لیے آپ اور اوپیرا ضرور لکھیے۔

فیض صاحب آپ کی قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ کی محبت اور آپ کے اخلاص کا میں بے حد ممنون ہوں۔ صفیہ بھی آپ کی شکر گزار ہے۔ آداب عرض کرتی ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

نوٹ:۔

آپ نے ایک بار لکھا تھا کہ میرے کسی افسانے کا کرشن چندر صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اگر ہو سکے تو اُس پرچے کا نام لکھیے جس میں یہ چھپا ہے، اگر آپ کے پاس یہ پرچہ ہو تو براہ کرم بھیج دیجیے۔

سعادت

۲۷ تاریخ کو میں پھر دہلی جا رہا ہوں۔ وہاں غالباً ایک ہفتہ رہوں گا۔ اس دوران میں بمبئی سے آپ کو چند انگریزی گیت ملیں گے۔ براہِ کرم ان کا منظوم ترجمہ کر کے فوراً ہی بمبئی کے پتے پر روانہ کر دیجیے گا۔ یہ گیت ایک ریڈیائی ڈرامے میں استعمال کیے جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے لیے یہ تکلیف ضرور گوارا فرمائیں گے۔

سعادت

(۳۲)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(اکتوبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

آج دس روز کی شدید علالت کے بعد بستر چھوڑ کر آپ کو یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ میں ۲۷ ستمبر کو دہلی گیا اور وہیں مجھے زکام کی شکایت لاحق ہوگئی۔ اس کے بعد ملیریا نے آگھیرا۔ یکم

اکتوبر کو جب میں دہلی سے بمبئی روانہ ہوا تو درجہ حرارت ۱۰۳ تھا۔ یہاں پہنچ کر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ ۱۰۵ ڈگری تک بخار رہا۔ اب آرام ہے مگر کمزور بہت ہوگیا ہوں اور کونین کے انجکشن کے باعث سر بہت وزنی ہوگیا ہے اور سنائی بھی کم دیتا ہے۔ اسی دوران میں آپ کا ''میرا رانجھا'' پڑھا۔ دیہاتی رومان کا بہت اچھا نمونہ ہے۔ اس پر میں اپنے خیالات مفصل طور پر پھر کبھی لکھوں گا۔ مجھے اس کے متعلق آپ سے کچھ کہنا ہے۔

عرصہ ہوا میں نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ پرسوں ترسوں یہ خط ڈیڈ لیٹر آفس سے مجھے واپس ملا اس لیے کہ پتہ ناکافی تھا۔ اسے اس خط کے ساتھ ہی بھیج رہا ہوں۔

آپ کی تصنیف ابھی تک مجھے نہیں ملی۔ مجھے انتظار ہے۔

میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ یہاں بمبئی میں اچھا گھی بہت مشکل سے ملتا ہے بلکہ یوں کہیے کہ ملتا ہی نہیں ہے۔ آپ سے درخواست ہے، کہ گاؤں سے آدھا یا پورا ٹین جیسا کہ حالات اجازت دیں فوراً روانہ فرما دیں۔ میں آپ کو مطلوبہ رقم بھیج دوں گا۔ گھی نہ ملنے کے باعث سخت پریشانی ہو رہی ہے، اس کے علاوہ یہاں کا گھی استعمال کرنے سے صحت پر بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔

یہ سطور میں نے بہت مشکل سے لکھی ہیں۔ اس لیے کہ طاقت بالکل نہیں رہی۔ اتنا لکھنے ہی سے سر چکرانے لگ گیا ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

آپ کا بھائی

سعادت حسن منٹو

(۳۳)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(نومبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

آپ کا خط مجھے بستر علالت پر ملا۔ اس لیے میں فوراً ہی آپ کو اس کی رسید سے مطلع نہ

WWW.KITAABISTAN.COM

کر سکا۔ میری بیماری دور ہوئی تو یکے بعد دیگرے صفیہ اور میری بہن ملیریا میں مبتلا ہو گئیں، ان دنوں یہاں ملیریا بہت عام ہے۔ حرارت ۱۰۵ ڈگری سے بھی بڑھ جاتی ہے۔

اب خدا کا فضل ہے۔ گو ابھی تک میری ہمشیرہ اور صفیہ دونوں نقاہت کے باعث بستر پر سے اٹھ نہیں سکتیں لیکن میری پریشانیاں بہت حد تک کم ہو گئی ہیں۔

دن رات کی تیمارداری کے باعث میں بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اس لیے آپ کے افسانوں پر اظہار خیال نہیں کر سکتا۔ میں نے بارہا چاہا ہے کہ آپ کے ان تمام افسانوں کے متعلق پوری تفصیل سے آپ کو ایک خط لکھوں جو میں نے اس دوران میں پڑھے ہیں۔ مگر مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔

تھوڑے روز ہوئے میں نے آپ کا افسانہ ''ماں'' پڑھا۔ اس کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ ایک اچھے افسانے کو خراب EDITING نے پھیکا بنا دیا ہے۔ آپ ترتیب کا بہت خیال رکھا کریں۔ اسکے علاوہ ''ماں'' میں آپ نے گرم اور سرد پانی کو سمونے کی کوشش کی ہے جس میں آپ ناکام رہے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ آپ ایک ہی موضوع کو پیش نظر رکھتے۔ اس افسانے پر میرے خیال کے مطابق ''ماں'' کا عنوان نہیں ہونا چاہیے تھا اور نہ اس میں مامتا کا ذکر ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

آپ کی ''چوپال'' مل گئی تھی۔ خلش صاحب نے اس پر مختصر سا ریویو بھی کر دیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ نذیر صاحب اسے دہلی لے گئے اور وہاں کے ایک سرمایہ دار کو بطور تحفہ دے آئے۔ لیکن آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ آپ کے افسانے ایک ایسے انسان کے زیر مطالعہ رہیں گے جس کے دل و دماغ میں آٹھ دس لاکھ روپے ہر وقت کھنکھناتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ایک جلد اور بھجوا دیں تو میں اپنا وعدہ پورا کر دوں گا۔

غزلوں کا شکریہ۔ ''مصور'' کیا آپ کو باقاعدہ مل رہا ہے؟

میرے افسانے نا معلوم کب چھپیں گے؟ میں دراصل دوستوں کی دوستی سے بہت پریشان ہو رہا ہوں اور اسی وجہ سے میں نے اس کتاب کی اشاعت میں دلچسپی لینا چھوڑ دی ہے۔ جب چھپ جائے گی آپ کو خود بخود مل جائے گی۔

''شوشو'' کے انگریزی ترجمے کے بارے میں اگر کرشن چندر صاحب نے آپ کو کچھ لکھا ہو تو مجھے ضرور بتائیے۔

آپ کے ایک مداح اور میرے عزیز دوست میرے پاس بیٹھے ہیں۔ آپ نے ان کا نام مختلف رسالوں میں دیکھا ہوگا۔ میں آپ کا تعارف خواجہ حسن عباس صاحب سے کرانا چاہتا ہوں جو دو مہینے سے میرے ساتھ مقیم ہیں۔ آپ کے افسانے وہ بڑے غور سے پڑھا کرتے ہیں۔

خلش صاحب آپ کو سلام لکھواتے ہیں۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۴)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(دسمبر ۱۹۳۹ء)

برادر مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ اس سے قبل مکرمی محمد صادق صاحب کا مکتوب گرامی گھی کی بلٹی کے ساتھ مل چکا ہے جس کا میں ابھی تک شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ گھی چونکہ مال گاڑی کے ذریعے سے بھیجا گیا ہے اس لیے ابھی تک نہیں ملا۔ میں آپ کا اور برادرم محمد صادق صاحب کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے میرے لیے بہت تکلیف کی۔

آپ کا نیا پتہ میں نے رجسٹر میں خود درج کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اب آئندہ سے آپ کو پرچہ باقاعدہ مل جایا کرے گا۔

میں اب خیریت سے ہوں۔ گھر میں بھی سب لوگ اچھے ہیں اور آپ کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

''ماں'' کے متعلق آپ نے میری رائے کو پسند کیا، مجھے خوشی ہوئی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آپ کے افسانے کو ادھر ادھر سے کاٹ کر ایڈٹ کروں اور آپ کو بھیجوں مگر اس کام کے لیے

مجھے فرصت نہ ملی۔ اب انشاء اللہ فرصت اوّلین میں اسے ترتیب دے کر روانہ کر دوں گا۔ اس سے آپ کو میرا مافی الضمیر زیادہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔

''چوپال'' جس وقت مجھے ملی، میں اس پر حسبِ وعدہ ریویو کر دوں گا۔

دوستوں اور ان کی دوستی کے بارے میں آپ بالکل استفسار نہ کیجئے۔ یہ ایک تلخ بات ہے جس کا اعادہ بہت مشکل ہے۔

''ساقی'' کے سالنامے میں آپ کا افسانہ ''روشندانوں کے شیشے'' ضرور پڑھوں گا۔ اس کا عنوان مجھے بہت پسند آیا ہے۔ میں نے حال ہی میں ایک افسانہ ''اسکا پچ'' لکھنا شروع کیا ہے ''ساقی'' میں چھپے گا۔ ضرور پڑھیے گا۔ حالانکہ افسانوی اعتبار سے اس کا درجہ اتنا بلند نہیں لیکن چند باتیں اس میں قابلِ غور ہیں جن کو آپ پسند کریں گے۔ اس کے علاوہ افسانے کا منہج بہت اچھا ہے اور ایک پرانے مسئلے پر میں نے ایک نئے زاویے سے کچھ لکھنے کی سعی کی ہے۔

فیض صاحب لاہور چلے گئے ہیں۔ خلش صاحب شدید طور پر علیل ہیں اور امرتسر چلے گئے ہیں۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے، اور خواجہ حسن عباس سلام لکھواتے ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

نوٹ: چونکہ خلش صاحب بیمار ہیں اور ''مصور'' سے علیحدہ ہو گئے ہیں اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ''نمک مرچ'' کے رنگ میں ہر ہفتے آپ ایک نظم میری خاطر ''مصور'' کے لیے لکھ دیا کریں۔ اس عنایت کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔

سعادت

(۳۵)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

وعلیکم السلام۔ میں کتنا سست ہوں کہ آپ کے محبت نامے کا جواب اتنی دیر کے بعد دے

رہا ہوں۔ اگر میں ارادہ کرتا تو یہ سطور آج سے بہت پہلے آپ کو مل سکتی تھیں مگر ایک ناقابلِ بیان تھکاوٹ مجھ پر طاری رہی اور میں دوسرے کاموں میں گھر کر آپ کو یاد نہ کر سکا۔ گھی مل گیا تھا۔ پارسل اتنا نفیس تھا کہ پہلے مجھے شبہ ہوا کہ اس میں بلّوریں جام بند ہوں گے۔ اس کا شکریہ بھی میں وقت پر ادا نہ کر سکا۔ ایسے کاموں میں نہ جانے میں ہمیشہ کیوں پیچھے رہ جاتا ہوں؟ آپ کے بھائی صاحب کو بھی میں شکریہ کا خط نہ لکھ سکا اور شاید نہ لکھ سکوں، کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ لفظ شکریہ سے وہ جذبات ادا نہیں ہو سکتے جو میرے دل میں ہیں۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ''پگلا'' پسند کیا۔ یہ افسانہ مجھے خود بھی پسند ہے۔ میں نے اسے ''نعرہ'' کے عنوان سے ''مصور'' میں شائع کیا ہے اور ایک نوٹ بھی لکھا ہے جو کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔

میں نے مصور میں ''چوپال'' پر ریویو لکھنا شروع کیا ہے۔ اس کی پہلی قسط آپ نے ضرور پڑھی ہوگی۔ اگر اس کا انداز آپ کو پسند ہو تو میں آگے لکھوں ورنہ اتنا ہی کافی ہے۔

''روشندانوں کے شیشے'' بہت پیارا عنوان ہے۔ امید ہے کہ یہ افسانہ دلچسپ ہوگا۔ میں اسے یقیناً پڑھوں گا۔

''نمک مرچ'' کے لیے نظمیں بھیجنے کا شکریہ، پانچ چھ نظمیں اور روانہ فرما دیجئے۔ زیادہ شعر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہر نظم میں آٹھ نو شعر ہونے چاہئیں، کیونکہ کالم میں زیادہ شعروں کی گنجائش نہیں ہوتی۔

آپ ریڈیو کے لیے بجائے اسٹوری کے کوئی منظوم ڈرامہ یا سادہ ڈرامہ بھیجیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ بہت جلد کوئی لکھ کر روانہ فرمادیں۔

خواجہ حسن عباس صاحب ''بمبے کرانیکل'' میں کام نہیں کرتے، وہ دوسرے خواجہ ہیں جن کا نام خواجہ احمد عباس ہے۔ ''چوپال'' پر ریویو ختم کرنے کے بعد میں ان کو یہ کتاب ریویو کے لیے دے دوں گا۔ وہ یقیناً اپنے اخبار میں اس پر کچھ نہ کچھ لکھیں گے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خواجہ حسن عباس صاحب سلام لکھواتے ہیں۔

WWW.KITAABISTAN.COM

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۶)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(دسمبر ۱۹۳۹ء)

برادرِ مکرم

اس سے قبل ایک عریضہ ارسال کر چکا ہوں۔ آج مجھے ایک کباڑیے کی دوکان پر چند پھٹے ہوئے اوراق میں انگریزی زبان کا ایک ''اوپیرا'' ملا جو میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اگر اس کو ہندوستانی فضا میں لاکر لکھیں، تو میرا خیال ہے ایک اچھا فرحیہ اوپیرا اردو زبان میں تیار ہو سکتا ہے اور آپ تو اسے بہت جلد لکھ لیں گے کیونکہ آپ کو شعر کہنے پر کافی قدرت حاصل ہے۔

جج کے بجائے پرانے زمانے کا قاضی رکھیں، اسی طرح دوسرے کردار بھی تبدیل کر لیں۔ جو جو چیز اس میں اچھی ہو وہ آپ بجنسہ رہنے دیں۔ یہ اوپیرا اگر آپ آٹھ دس روز میں لکھ کر روانہ کر سکیں تو میں ریڈیو کے لیے فوراً ہی منظور کرا دوں گا۔

یہ اوپیرا آپ کو اوپیرا لکھنے کی ٹیکنیک سکھانے میں کافی مدد دے گا۔ اگر مجھے کہیں سے ایسے ڈرامے اور ملے تو آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

صفیہ آپ کو سلام لکھواتی ہے۔ کل ''ساقی'' میں آپ کا ''روشندانوں کے شیشے'' پڑھ رہی تھی۔

آپ کے خط کا مجھے انتظار رہے گا۔ خواجہ حسن عباس صاحب سلام لکھواتے ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۷)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(جنوری ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا خط ملا۔ یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ آپ کے متعلق میں کہہ نہیں سکتا مگر مجھ میں یہ عجیب بات ہے کہ بیماری کے دوران میں میری قوتِ فکر بہت تیز ہو جاتی ہے۔ دراصل اس کا باعث میری جسمانی حرارت کی کمی ہے۔ جونہی میرا دل و دماغ جسمانی علالت کے باعث تپ جاتا ہے میری سوچنے کی قوت، جس کو ایک خاص درجۂ حرارت مطلوب ہوتا ہے، اچھی طرح کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی ایسا محسوس کیا ہے؟

''لالٹین'' اور ''شہ نشین پر'' کی تعریف کا شکریہ۔ آپ بجا فرماتے ہیں ''لالٹین'' میرا بہت پرانا افسانہ ہے۔ غالباً ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا تھا اور ''شہ نشین پر'' شادی سے غالباً تین چار مہینے پہلے۔

''مصور'' کے مطلوبہ نمبر آپ کو مل جائیں گے۔ اس وقت تک آپ کے ارشاد کی تعمیل صرف اس لیے نہیں ہو سکی کہ میں دفتر بہت کم جاتا ہوں۔ گھر ہی سے سب کچھ لکھ کر بھیج دیتا ہوں۔ زیرِ ترتیب پرچہ جب ڈاک میں ڈالا جائے گا تو میں دفتری سے کہہ دوں گا کہ وہ پرانے پرچے تلاش کر کے آپ کو بھیج دے۔

ریویو کا شکریہ۔ میں اس کا بقایا بہت جلد لکھنے کی کوشش کروں گا۔ ریڈیو پر بھی میں عنقریب آپ کی کتاب پر ریویو پڑھنے والا ہوں۔ تاریخ سے آپ کو مطلع کر دوں گا۔ میں یہاں کوشش کر رہا ہوں کہ مہینے میں کم از کم ایک بار اردو کتابوں پر ریویو نشر ہوا کریں۔

''روشندانوں کے شیشے'' میں ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔ آپ کی چند نظمیں پڑھی تھیں جو بہت اچھی تھیں۔ میں دراصل آجکل بہت مصروف ہوں۔

اس خط کے ساتھ آپ کو ''دھرم پتنی'' کے نام سے ایک فلم اسٹوری بھیج رہا ہوں۔ یہ فلم

WWW.KITAABISTAN.COM

یہاں کے ایک فلم پرڈیوسر فلمانا چاہتے ہیں۔ مسٹر کیدار شرما سے اس کا مکالمہ لکھوایا گیا ہے جو پسند نہیں کیا گیا۔ سو آپ اس کے مکالمے لکھنا شروع کردیں۔ اسٹوری آپ ساری کی ساری پڑھ لیں۔ پھر اس کا انگریزی مکالمہ ذہن نشین کرنے کے بعد اس کو نہایت ہی سلیس مگر جذباتی زبان میں ترجمہ کردیں۔ یہ خیال رہے کہ مکالمہ بہت چست اور جذباتی ہو۔ سلیس زبان سے میری مراد ایسی زبان نہیں جسے ہم ریڈیائی زبان کہتے ہیں۔ آپ وہی زبان استعمال کریں جس میں آپ ہر روز لکھتے ہیں مگر خیال صرف اس بات کا رہے کہ مکالمے میں زور ہو اور سننے والے کو مزا آجائے۔ آپ جہاں انگریزی مکالمے میں تبدیلی کرنا چاہیں، کرسکتے ہیں۔ یعنی ایسی تبدیلی جو سین میں جان پیدا کردے۔

پہلے آپ نمونے کے طور پر اسٹوری کے اس سین کا مکالمہ لکھ کر فوراً بھیج دیں جو آپ کو پسند آیا ہو، یعنی جس میں آپ کو اپنے قلم کے جوہر دکھانے کا زیادہ موقع ملتا ہو۔ یہ سین پڑھ کر میں آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردوں گا۔ اس دوران میں آپ اسٹوری کے بقایا مناظر کا مکالمہ لکھ لیں۔ گانے بھی آپ ہی لکھیں گے۔ براہِ کرم یہ کام خوب محنت سے کیجیے گا۔ میری خواہش ہے کہ آپ فلمی لائن میں آئیں اور اپنا نام روشن کریں۔

صفیہ کو جب معلوم ہوا کہ میں آپ کو مکالمہ لکھوانے کے لیے اسٹوری بھیج رہا ہوں تو اسے بہت خوشی ہوئی۔

میں ایک بار آپ سے پھر کہنا چاہتا ہوں کہ مکالمہ نہایت چست ہو جس کے بچے تلے الفاظ ہوں جو سننے والوں کے دل میں کھب جائیں۔ امید ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔

مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ''نمک مرچ'' کے لیے ابھی تک آپ نے کوئی نظم نہیں بھیجی۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۳۸)

۱۷-اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(جنوری ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ اوپیرا مجھے بحفاظت تمام مل گیا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ معمولی سے ردوبدل کے بعد یہ ریڈیو پر بڑی کامیابی کے ساتھ کھیلا جاسکتا ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ رفیق غزنوی اس کو کمپوز کرے۔ ان دنوں وہ بہت مصروف ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اس کام کے لیے ضرور وقت نکال لے گا۔ آپ کا اوپیرا نہایت اچھے شعروں کا مجموعہ ہے۔ بعض بعض شعر تو بے حد اچھے ہیں، یعنی مجھ جیسے کورذوق کو بھی پسند آگئے ہیں۔

آپ نے جن ہندی الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ میرے علم سے باہر ہیں۔ میں نے ابھی تک ''دھرم پتنی'' کا افسانہ نہیں پڑھا۔ جونہی میرے پاس اس کا مسودہ آیا میں نے پارسل بنا کر آپ کو بھیج دیا۔ کل یا پرسوں اس کی ایک کاپی میرے پاس آئے گی، پھر میں اسٹوری اور ان ہندی الفاظ کے بارے میں آپ کو کچھ بتا سکوں گا۔

مکالموں میں بلا ضرورت ہندی الفاظ کی ٹھونس ٹھانس نہ ہونی چاہیے۔ آپ اپنی زبان میں لکھتے چلے جایئے۔ KUMKUM شاید ماتھے کی بندیا کو کہتے ہیں لیکن مجھے اس کے متعلق یقین نہیں ہے۔

اگر آپ افسانے میں کوئی ایسی تبدیلی کرنا چاہیں یا کرسکتے ہوں جو اس میں جان ڈال دے تو علیحدہ ایک کاغذ پر اپنی رائے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

یہ افسانہ یعنی ''دھرم پتنی'' مہاراشٹر کے ایک مشہور مصنف کھانڈیکر نے لکھا ہے اور غالباً تین زبانوں میں تیار ہوگا۔ آپ نے ''مصور'' میں فینس نے لیبارٹریز کا اشتہار دیکھا ہوگا۔ اس کے مالک مسٹر شیراز علی حکیم، جو کہ ایک نہایت ہی باہمت نوجوان ہیں اور کافی مالدار ہیں، اس فلم کو تیار کریں گے۔ پہلے وہ تیلگو اور تامل زبانوں میں فلمیں تیار کرتے رہے ہیں اور اب

WWW.KITAABISTAN.COM

حال ہی میں انہوں نے اس کام کو شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ پروڈکشن کے انچارج ہمارے دوست مسٹر کرپا رام ہوں گے جو کہ آپ کے بڑے مداح ہیں۔ آپ کی کتاب ''چوپال'' کی پہلی کاپی مسٹر کرپا رام ہی لے گئے تھے اور اب وہ مسٹر شیراز کے پاس ہے۔

حفیظ ہوشیار پوری صاحب کا چرچا بہت ہے لیکن آج تک ان کی تحریر نے مجھے متاثر نہیں کیا۔ خدا معلوم اس کی کیا وجہ ہے۔ مسٹر کرشن چندر کا میں ایک زمانے سے مداح ہوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے ان سے میرے افسانے کے انگریزی ترجمے کا پتہ نہ لیا۔ کیا وہ چھپا بھی ہے کہ نہیں؟

''نمک مرچ'' کے لیے نظمیں بھیجنے کا شکریہ۔ بہت بہت شکریہ۔ ''مصور'' کے حصہ نظم کی رونق صرف آپ ہی کے دم سے قائم ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔ وہ آپ کی ہمشیرہ مکرمہ سے بہناپا پیدا کر کے بہت خوش ہوگی۔ ان سے کہیے کہ وہ اسے خط لکھیں۔

میں ان دنوں کام زیادہ نہ ہونے کے باوجود بے حد مصروف ہوں۔ ایک فلمی افسانہ سوچ رہا ہوں جس کا عنوان ''پڑوس'' ہوگا۔ دس پندرہ روز سے مغز کھپا رہا ہوں مگر اس کے لیے افتتاحیہ سین ہی دماغ میں نہیں آتا۔ اسی الجھن میں بیماری سی محسوس ہونے لگی ہے۔ اس افسانہ کا موضوع ہندو مسلم اتحاد کا عقبی منظر ہوگا۔ یعنی وہ تمام عناصر بیان کیے جائیں گے کہ جو اتحاد کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔ چونکہ مسجد اور مندر میں ان دونوں قوموں کا ملاپ محال ہے اس لیے میں نے ایک ایسا پلیٹ فارم ڈھونڈا ہے جہاں یہ دونوں مل سکتے ہیں یا ملتے رہتے ہیں۔ وہ پلیٹ فارم ویشیا کا مکان ہے جو نہ مندر ہے اور نہ مسجد۔ بس اسی مکان پر میں اپنے سارے افسانے کا بوجھ ڈالنا چاہتا ہوں۔

''مڈ'' ۲۷ جنوری کو ریلیز ہو گئی ہے۔ افسانے میں بہت سی تبدیلیاں کی گئی ہیں جس سے مجھے بڑا دکھ ہوا ہے مگر فوٹوگرافی بہت اچھی ہے اور بعض ایکٹروں نے کام بھی اچھا کیا ہے۔ اس کے متعلق میری مفصل رائے ''مصور'' میں پڑھ لیجیے گا۔

خواجہ حسن عباس صاحب واپس امرتسر تشریف لے گئے ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

نوٹ: افسوس ہے کہ فلم اسٹوری کے متعلق میں آپ کو خطوط کے ذریعے سے ایسی معلومات بہم نہیں پہنچا سکتا جن سے آپ کو کوئی فائدہ ہو۔ ''دھرم پتنی'' کے منظر نامے سے آپ کو کافی مدد مل سکتی ہے۔ یعنی مکمل صورت میں ایک فلم اسٹوری آپ کے پاس موجود ہے۔

سعادت

(۳۹)

۱۷-اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(فروری ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا جو میں نے متحرک بس میں پڑھا۔ چونکہ میرا ذہن کچھ پریشان تھا اس لیے گھر آ کر اسے دوبارہ پڑھا۔ میں نے آج پانچواں انجکشن لیا ہے اور بازو میں درد ہو رہا ہے، اس لیے میں آپ کو مفصل جواب نہ لکھ سکوں گا معاف فرمائیے گا۔

''اوپیرا'' کے متعلق یہ عرض ہے کہ بمبے اسٹیشن والوں نے اسے مارچ میں بک کر لیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ آپ کو اس کا حق الخدمت زیادہ ملے مگر وہ پچاس روپے سے آگے نہیں بڑھتے۔ جونہی یہ براڈ کاسٹ ہوا آپ کو یہ رقم بذریعہ چیک مل جائے گی۔ اس اثناء میں آپ اپنے ڈیپارٹمنٹ سے اس بات کی اجازت لے لیں کہ آپ ریڈیو میں اپنا ڈرامہ براڈ کاسٹ کرا سکتے ہیں۔ آپ سرکاری ملازم ہیں اس لیے یہ اجازت بہت ضروری ہے کیوں کہ جب اس ڈرامے سے متعلقہ کاغذات پر آپ کو دستخط کرنے پڑیں گے تو اس اجازت نامے کی بھی ضرورت ہوگی۔

مارچ کے آغاز تک آپ کوئی نیا اوپیرا لکھ کر بھیج دیں۔ ہاں یہ اوپیرا بہت اچھا ہے۔

WWW.KITAABISTAN.COM

یہاں سب لوگوں نے پسند کیا ہے۔ ایک بات اور، وہ یہ کہ اس کے متعلق خاص مصلحت کی بناء پر یہ ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ نے اسے ADOPT کیا ہے اس لیے کہ اس اوپیرا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

اگر آپ MUSICAL FEATURES لکھ کر بھیجیں تو وہ بھی یہاں بک ہو سکتے ہیں۔ میں ان کی تکنیک آپ کو سمجھاتا ہوں۔ مثال کے طور پر پنگھٹ کو لے لیجیے۔ شاعر اس کی رنگینیاں بیان کرتا ہے اس بیان کے بعد پانی بھرنے والیوں کا مکالمہ ہو (نثر میں)...... دیہاتی رنگ میں...... پھر اس کے بعد شاعر کچھ بیان کرے...... ریڈیو پر برتنوں کی آواز پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد ان پانی بھرنے والیوں کا گیت شروع ہو۔ وقس علیٰ ہذا۔ اس قسم کے MUSICAL FEATURES آپ بڑی آسانی سے لکھ سکتے ہیں اور ان سے آپ کو مالی فائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ موضوع آپ خود چن سکتے ہیں۔

میں نے آپ کا بھیجا ہوا سین پڑھا ہے۔ اچھا ہے مگر بہت اچھا نہیں۔ میں نے اس کو RE-ROUCH کیا ہے اور مسٹر کرپارام کو سنایا ہے۔ انہوں نے بہت پسند کیا ہے۔ ابھی ابھی ان کا ٹیلی فون آیا تھا کہ وہ کل صبح مجھے یہاں لینے کے لیے آ رہے ہیں۔ ہم دونوں کل صبح آٹھ بجے مسٹر شیراز کو یہ سین سنائیں گے اور ان کی رائے دریافت کریں گے۔ اگر ان کو پسند آ گیا تو پھر پو بارہ ہیں۔ آپ کو کافی رقم مل جائے گی۔ پانچ چھ سو کے قریب۔

ہاں ایک بات اور...... مسٹر کرپارام چاہتے ہیں کہ اگر کل اس بات کا فیصلہ ہو گیا تو آپ کو کچھ دنوں کے لیے بمبئی بلا لیا جائے۔ کیا آپ کو پندرہ بیس دن کی چھٹی مل سکتی ہے۔ انہوں نے مجھ سے یہ خاص طور پر پوچھا ہے۔

اگر آپ کو گلبرٹ کے اوپیراز کی ضرورت ہو تو میں آپ کو اس کی کتاب بھیج دوں؟ میوزیکل فیچرز ضرور لکھیے گا۔ میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔ آپ کا افسانہ ''توبہ میری'' کل اس نے پڑھا اور پسند کیا۔ مجھے بھی یہ افسانہ پسند ہے۔

''چوپال'' کا ریویو مارچ کے مہینے میں براڈ کاسٹ ہوگا۔ میں بخیریت ہوں۔ یعنی

بیمار نہیں ہوں۔

آپ کا
سعادت حسن منٹو

(پشت پر) ...... میں ابھی ابھی سین سنا کر آ رہا ہوں، شیراز صاحب نے اسے بے حد پسند کیا۔ اب فیصلہ یہ ہوا ہے کہ آپ بہت جلد پندرہ بیس دن کی چھٹی لے کر دہلی آئیں، ادھر سے میں وہاں چلا آؤں اور آپ اسٹوری کا مکالمہ مکمل کر دیں۔ لیکن یہ بہت جلد ہونا چاہیے۔ مارچ کے آخری ہفتے میں یا اپریل کے آغاز میں اس کی شوٹنگ شروع ہو جائے گی۔ یہ کہنے کی حاجت نہیں کہ آپ کو تگڑا معاوضہ مل جائے گا۔

آپ اس خط کے ملتے ہی مجھے اپنے فیصلے سے بذریعہ تار مطلع کریں۔ اگر آپ کو دہلی تک آنے کے لیے کچھ روپیہ درکار ہو تو مجھے لکھیے تاکہ میں مسٹر کرپارام کو دہلی تار دے دوں وہ آپ کو روپیہ بھجوا دیں گے۔ مسٹر کرپارام کل رات کی گاڑی سے دہلی جا رہے ہیں۔

RE-ROUCH کیا ہوا سین میں آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیج رہا ہوں۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

''چوپال'' پر پہلے کرانیکل میں ریویو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ خواجہ احمد عباس صاحب کو ایک کاپی خود روانہ کر دیں۔ مجھے آپ نے جو کتاب بھیجی تھی وہ میں نے ریڈیو کی لائبریری میں دے دی ہے۔

سعادت

(۴۰)

۱۷-اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ، بمبئی ۸
(فروری ۱۹۴۰ء)

برادر مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ یہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ آپ دہلی نہیں آ سکتے۔ حالانکہ یہ بہت

WWW.KITAABISTAN.COM

ضروری تھا۔ آپ جو کچھ لکھ چکے ہیں یا لکھ رہے ہیں اس کی ترمیم میں بہت وقت صرف ہوگا اس لیے کہ آپ فلمی لائن سے بالکل ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے آپ اس میدان میں اپنا جوہر بھی نہیں دکھا سکتے۔ اگر میں آپ کے پاس ہوتا تو ایک دو روز کی بات چیت ہی سے وہ تمام SUBTLETIES معلوم ہو جاتیں جو کہ مکالمہ نگار کو جاننا چاہیے۔

آپ ایک بار پھر کوشش کیجیے، اس لیے کہ اس میں آپ کا فائدہ ہے اگر آپ دہلی میں آجاتے تو کام کا معاوضہ ملنے میں بھی کوئی دقت پیش نہ آتی۔ اب نہ جانے کیا کیا مشکلیں پیش آئیں گی...... بیمار بن جائیے، ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ بھجوا دیجیے۔ کچھ کیجیے۔ کیا آپ کا ذہن ایسے کاموں میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا؟

اگر آپ نہ آسکے تو میں کوشش کروں گا کہ آپ کے پاس چلا آؤں، دراصل میں نہیں چاہتا کہ آپ ایسے اچھے موقع کو ہاتھ سے کھو دیں، میرا مطلب آپ سمجھ رہے ہیں نا؟

میں نے کرپارام صاحب کو دہلی کے پتے سے آج ہی خط لکھ دیا ہے اور آپ کی مجبوریوں کا ذکر کر دیا ہے۔ دیکھیے وہاں سے کیا جواب آتا ہے۔

باقی چیزوں کے متعلق میں آپ کو پھر لکھوں گا۔

یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے ''آدمی'' پسند کیا۔

ان دنوں اختر حسین رائے پوری یہاں ہیں۔ فرانس سے ڈاکٹریٹ لے کر آئے ہیں، کل چلے جائیں گے۔ آپ انہیں ان کے افسانوں سے یقیناً جانتے ہوں گے، اچھا لکھنے والے ہیں۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

میں انجکشن صرف اعصابی کمزوری دور کرنے کے لیے لے رہا ہوں اور کوئی خاص بات نہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۴۱)

۱۷-اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ، بمبئی ۸
(فروری ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرّم

آپ کے دونوں خط ملے، ''دھرم پتنی'' کا مکالمہ بحفاظت تمام مل گیا ہے۔ میں نے سب پڑھ لیا ہے۔ مکالموں میں کافی اصلاح کی گنجائش ہے۔ کرپارام صاحب کی طرف سے مجھے جونہی کوئی ہدایت موصول ہوگی میں آپ کو مطلع کر دوں گا۔ میرا خیال ہے کہ مکالمہ ضرور قبول کر لیا جائے گا۔

گیت مجھے بہت پسند آئے گو ان میں سے اکثر طویل ہیں۔ آپ کے ساتھ بیٹھ کر یہ تمام خامیاں دور کی جاسکتی ہیں۔ میں نے چھ سات سین دوبارہ لکھ دیے ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ ان کو پسند کریں گے۔

اسٹیشن ڈائریکٹر سے میں خط لکھوا دوں گا مگر بہت جلدی نہیں، اس لیے کہ میں بے حد مشغول ہوں۔ آپ ''میوزیکل فیچر'' لکھتے رہیں جو فیچر آپ نے بھیجا ہے ابھی تک مجھے نہیں ملا۔

میں بخیریت ہوں۔ کچھ دنوں سے والدہ کی طبیعت ناساز ہے اس لیے بہت پریشان ہوں۔ امید ہے کہ آپ بصحت ہوں گے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

(دستخط) سعادت حسن منٹو

۲۴ فروری ۱۹۴۰ء

WWW.KITAABISTAN.COM

(۴۲)

۱۷-اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ بمبئی ۸
(مارچ ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

ابھی ابھی آپ کا محبت نامہ ملا۔ پرسوں میں نے تین سو روپیہ آپ کو منی آرڈر کے ذریعے سے بھیج دیا تھا۔ امید ہے کہ وصول فرما لیا ہوگا۔ شیراز سیٹھ صاحب سے میں نے زیادہ روپے لینے پر اصرار نہیں کیا کیوں کہ ان لوگوں نے جو درمیان میں تھے بالکل خاموشی اختیار کر لی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اب اس کے متعلق مزید گفتگو ہی نہ کی جائے کیوں کہ تفصیل میں جا کر مجھے بہت سی چیزیں کریدنا پڑیں گی۔ جو کچھ مل گیا ہے اسے غنیمت سمجھیے۔ مجھے افسوس صرف اس بات کا ہے کہ بطریقِ احسن آپ کی خدمت نہ کر سکا۔ بہر حال اتنی خوشی ضرور حاصل ہوئی ہے کہ اس سلسلے میں آپ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ رات کی گاڑی سے رخصت ہوئے اور میں صبح کو وہاں سے چل دیا۔ یہاں آ کر سب معاملات درست کیے۔ اب نذیر صاحب دہلی چلے گئے ہیں، اس لیے میں بہت زیادہ مصروف ہو گیا ہوں، آپ نے جو کام کہے ہیں میں آہستہ آہستہ کر دوں گا۔ آج شام کو ہندوستانی پروگرام کے ڈائریکٹر یہاں آ رہے ہیں ان سے ''قاضی جی کا فیصلہ'' کے براڈ کاسٹ ہونے کی تاریخ دریافت کر کے آپ کو لکھوں گا۔

والدہ اب بصحت ہیں۔ صفیہ کی طبیعت بھی اچھی ہے۔

مسٹر شیراز نے مکالمے اور گیت بہت پسند کیے ہیں۔

میں ابھی تک STEEL مکمل نہیں کر سکا۔ جب مکمل ہو جائے گا تو آپ کے پاس تبصرے کے لیے بھیجوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ شاندار چیز بنے۔

امید ہے کہ آپ لاہور میں کرشن چندر صاحب سے ملے ہوں گے اور آپ نے میرا نقطۂ نظر ان پر واضح کر دیا ہوگا۔ میں ان کا مداح ہوں۔

کیا ''ادبِ لطیف'' والوں سے کوئی بات چیت ہوئی۔ کرشن چندر صاحب سے کہیے کہ وہ فلم کے لیے کوئی OUTSTANDING چیز لکھیں۔ اگر وہ منظور کریں تو میں اپنا افسانہ STEEL ان کے پاس تنقید کے لیے بھیجوں۔

کیا راجندر سنگھ بیدی کوئی فلمی افسانہ نہیں لکھ سکتے؟...... دیہاتی افسانوں کی آج کل بہت ضرورت ہے۔ آپ تو ایک لکھنا شروع کریں۔

اس پرچے میں کاردار کے ''ہولی'' پر میرا ریویو چھپ رہا ہے۔ ضرور پڑھیے گا۔ والدہ آپ کو دعا دیتی ہیں اور صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ تمباکو آپ بھیج دیجیے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۴۳)

۱۷-اڈلفی چیمبرز
کلیئر روڈ بمبئی ۸
(اپریل ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ میں کچھ دنوں سے بے حد پریشان ہوں۔ نذیر صاحب دہلی گئے ہوئے تھے اس لیے دفتر کے سارے کام میرے ذمے تھے۔ پھر پرسوں والدہ صاحبہ غسل خانے میں گر پڑیں اور ان کی کلائی ٹوٹ گئی۔ اس کے دوسرے روز صفیہ کو دست اور قے شروع ہو گئے۔ یہ دو تین دن ڈاکٹروں میں گھرا رہا ہوں۔ اب خدا کا فضل ہے۔ والدہ کا ہاتھ ایک مہینے تک ٹھیک ہو جائے گا اور صفیہ تو اب بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔

میں آپ کو بہت جلد موعودہ کتابیں بھیج دوں گا۔ مطمئن رہیں۔ پارسل وغیرہ بنانے کی دیر ہے۔

''دو پنگھٹ پر'' میں ابھی تک مکمل نہیں کر سکا۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔ دراصل میں بہت

WWW.KITAABISTAN.COM

مصروف رہا ہوں۔

شیراز صاحب سے ابھی تک فلم کے عنوان کے متعلق بات چیت نہیں ہوئی۔ مسٹر کرپا رام کل یہاں تشریف لے آئے ہیں، دیکھیے پروڈکشن کا کام کب شروع ہوتا ہے۔ ابتدائی سین میں نے ابھی تک نہیں لکھے اس لیے کہ میں افسانے میں چند تبدیلیاں کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے بہت اچھا کیا جو کرشن چندر صاحب کو فلمی افسانہ لکھنے کے لیے کہا۔ میں ہر وقت ان کی امداد کرنے کو تیار ہوں۔

پرسوں ایک صاحب امین حزیں کے ہمراہ تشریف لائے تھے جو کہ خود کو شہزادہ کہتے ہیں۔ ان کا مختصر نام شمس گورگانی ہے۔ فرماتے تھے کہ وہ آپ کے ساتھ تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ آپ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ جس وقت پوسٹ مین آپ کا خط لایا وہ اس وقت موجود تھے۔

دیکھیے خدا کے لیے تمباکو زیادہ نہ بھیجئے، یہاں محصول اور خدا معلوم کیا کیا ٹیکس نہ دینا پڑے گا۔ آپ تھوڑا سا بھیجیں تا کہ مجھے یہاں محصول کم دینا پڑے۔ یہاں تمباکو کی درآمد پر بہت کڑا محصول لگتا ہے۔

"بم" اچھا افسانہ ہے اس کے متعلق صلاح الدین صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس حد تک ٹھیک ہے کہ آخری ٹکڑا موزوں نہیں ہے، ورنہ یہ کوئی ٹیکنیکل غلطی نہیں ہے، بہر حال افسانے کا آخری ٹکڑا بہت ہی بُرا ہے جو کہ کسی حالت میں افسانے کے ساتھ نہیں رہنا چاہیے۔ میں نے جلدی جلدی میں اس کا آخری حصہ لکھا ہے، اگر آپ کو پسند ہو تو اسے استعمال کر لیجیے۔ کہیں کہیں میں نے فقروں میں ردو بدل بھی کیا ہے۔

"ساقی" کے افسانہ نمبر کے لیے یہ افسانہ موزوں ہے اس لیے کہ دس روپے یقیناً انعام لے آئے گا۔ یہ کسی بھی افسانہ نمبر کے لئے موزوں ہے۔ لیکن اس کا نام "بم" نہیں ہونا چاہیے۔ "السلام علیکم" برا عنوان نہیں ہے۔ بہر حال "بم" نہیں ہونا چاہیے۔

صفیہ اپنے پاؤں کا ناپ نہیں بھیجے گی۔ میں تو تیار تھا مگر وہ کہتی ہے "میں ندیم صاحب کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ گھی کے روپے بھجوانے کو کہتی ہوں تو آپ کہتے ہیں وہ ناراض ہو جائیں

گے۔ مجھے ان کی ناراضی قبول ہے مگر اب میں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی۔"

والدہ دعا کہلواتی ہیں۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(لفافے کی پشت پر)

نظمیں ضرور روانہ کیجیے اور "اوٹ پٹانگ" بھی۔

(۴۴)

۱۷-اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ بمبئی ۸

(مئی ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

اس سے قبل آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں جس میں مَیں نے آپ کو لڑکے کی پیدائش سے مطلع کیا تھا۔ میں ان دنوں بے حد پریشان رہا۔ بچے کی طبیعت ایکا ایکی خراب ہو گئی، اسے پیچش کی شکایت تھی۔ اس مرض نے اتنا طول پکڑا کہ اس کی زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا۔ دس روز تک اس کی حالت خراب رہی اب کچھ افاقہ ہے اور صفیہ بچے سمیت ہسپتال سے واپس آ گئی ہے۔ پھر بھی بچہ بہت کمزور ہے۔ اس کا علاج جاری ہے۔ اللہ اپنا فضل کرے۔

ریڈیو اسٹیشن والوں نے مجھے ایک گھنٹے کا طویل پروگرام لکھنے کو کہا ہے۔ میں اسے نئے خطوط پر لکھنا چاہتا ہوں۔ اس پروگرام میں کئی مضامین ہوں گے۔ اس کی تکمیل آپ کی اعانت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس کے لیے آپ کو ذیل کی چیزیں فوراً ہی لکھ کر بھیجنا ہوں گی۔

۱-تمہید یہ۔ یہ منظوم ہو گا۔ اس کا مضمون کچھ اس طرح کا ہونا چاہیے:

یہ بمبئی ہے۔ یہاں سے ہم آپ کو ایک ایسا پروگرام سنائیں گے جس میں منجھو میاں کے سارے خاندان نے حصہ لیا ہے۔ گانے ہوں گے، لطیفے ہوں گے، چٹکلے ہوں گے۔ غرض یہ کہ وہ سب کچھ ہو گا جو کہ آپ لوگ مانگتے ہیں۔ آیئے ہم اب آپ کے کانوں کو اس دسترخوان پر لے چلیں (اس کو مزاحیہ پیرائے میں نظمائیے گا۔ بالکل آسان عبارت۔)

WWW.KITABISTAN.COM

۲-میاں بیوی کا ایک دوگانہ، عاشق ومعشوق کے ڈیوٹ تو لکھے جاچکے ہیں، یہ دوگانہ میاں بیوی کے درمیان ہو(مزاحیہ رنگ میں) آٹھ دس شعر کافی ہیں۔

۳-بچوں کے لیے ایک چھوٹی سی کہانی (نظم) کوئی مشہور کہانی ہو اسے نظما دیجئے گا۔

۴-لوری (کوئی بھی لوری کام آجائے گی)

۵-اپنی بہترین غزل (جو کہ آسان اور عام فہم ہو)

مجھے امید ہے کہ آپ اس خط کے ملتے ہی یہ چیزیں تیار کر کے روانہ کر دیں گے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔آج اور کل وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ آپ نے خط کیوں نہیں بھیجا۔

اسٹیشن ڈائریکٹر سے میں نے آپ کے اوپیرا کی بات کی تھی، اس کے بک ہونے میں صرف اس لیے دیر ہو رہی ہے کہ اس کو کمپوز کرنے والا یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ رفیق صاحب ہیں مگر ان کے تعلقات آج کل اسٹیشن ڈائریکٹر سے کشیدہ ہیں۔

رفیق صاحب پچھلے دنوں حیدر آباد گئے تھے۔آپ کی چار غزلیں گانے کے لیے گئے تھے۔یہاں بمبئی سے بھی انہوں نے آپ کی کئی غزلیں گائی ہیں۔

شیراز صاحب سے خط لے کر بھیج دوں گا۔میں بے حد مصروف ہوں اور پریشان ہوں اس لیے اگر دیر ہو جائے تو معاف فرما دیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آپ کا بھائی

سعادت حسن منٹو

(۴۵)

۱۷-اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ بمبئی ۸

(مئی ۱۹۴۰ء)

پیارے ندیم

آپ کا محبت نامہ ملا...... اس وقت جب کہ میں بستر میں پڑا تھا اور ایک سو پانچ ڈگری

بخار تھا۔آپ کا سارا خط میں نے اس حرارت سمیت پڑھا۔ جب ختم کر چکا تو میں پسینے میں نہایا ہوا تھا۔ایک ہفتے سے میں ملیریا بخار میں مبتلا ہوں۔آج بخار کا حملہ ہونا تھا مگر نہیں ہوا۔امید ہے کہ اب شفا ہو جائے گی۔

آپ کی خواہش بہت بلند ہے۔کاش میں آپ کی مدد کر سکتا۔آپ کو خبر نہیں بچے، بیوی، والدہ کی بیماری پر میری ساری جمع پونجی خرچ ہو گئی ہے۔اگر میں تندرست ہوتا اور ان پریشانیوں میں نہ گھرا ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ میں کچھ روپیہ پیدا کر لیتا مگر اب بالکل مجبور ہوں، صفیہ کو بھی بہت افسوس ہے کہ ہم آپ کی وقت پر مدد نہ کر سکے۔

''ادبِ لطیف'' والے میری کتاب چھاپنا چاہتے تھے۔ایک سو پچاس روپے معاوضہ دینے کے لیے تیار تھے، اب کہ میں تیار ہوا ہوں کل ان کا خط آیا ہے کہ ان سے دو ہزار کی ضمانت طلب کر لی گئی ہے اس لیے وہ اب یہ سودا نہیں کر سکتے۔

یہ معلوم کر کے بھی بہت رنج ہوا کہ آپ کو اپنے محکمے سے اجازت نہ ملی مگر آپ کو افسردہ نہیں ہونا چاہیے۔کیا ہوا اگر آپ کی چیزیں دوسروں کے نام سے مشہور ہوں۔آپ مجھے ایک دو اوپیرا اور لکھ کر بھیجئے میں سب اسٹیشنوں کو بھیج کر آپ کو روپیہ اکٹھا کر دوں گا۔نام ایک فرضی رکھ لیا جائے گا۔ دستخط صفیہ کر دیا کرے گی۔چلو چھٹی ہوئی۔مگر یہ سب کچھ پردۂ راز میں رہنا چاہیے۔

امید ہے کہ پہلا خط آپ کو مل گیا ہوگا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کا مسودہ گم ہو گیا۔آپ فوراً اس کی نقل بھیج دیں تا کہ میں ادھر ادھر بھیج دوں، رفیق غزنوی اس کا فلم بنانا چاہتا ہے۔میرا خیال ہے کہ اگر آپ فلم کو پیشِ نظر رکھ کر سسّی پنوں، ہیر رانجھا یا اسی قسم کی کسی اور داستان کو اوپیرا کی شکل میں لکھ کر رفیق کے لیے بھیجیں تو زیادہ اچھا رہے گا۔

کاش کہ آپ یہاں ہوتے مگر خدا جانے آپ کن الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بخدا اگر آپ یہاں ہوں تو زندگی کا مزا آجائے۔لیکن اچھی ملازمت کون چھوڑتا ہے......! دراصل اس دنیا میں آرٹسٹوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

صفیہ کہتی ہے کہ آپ لڑکے کے لیے کوئی نام تجویز کریں۔

WWW.KITABISTAN.COM

میں تو کہتا ہوں، آپ دو تین مہینے کی چھٹی لے کر بمبے آجایئے یہاں آپ کو روپیہ پیدا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ بمبے کی سیر بھی رہے گی۔ کیا خیال ہے؟

ابھی تک ''دھرم پتنی'' کی شوٹنگ کا فیصلہ نہیں ہوا۔ دیکھیے کب اسے فلماتے ہیں۔ نظموں کا بے حد شکریہ میں انہیں کام میں لے آؤں گا۔

میں آج کل بہت افسردہ ہوں، کیوں؟...... یہ ایک لمبی داستان ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔ والدہ پیار لکھواتی ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۴۶)

۱۷-اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ بمبئی ۸

(جون ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ ہمدردی کا شکریہ۔ بی بی جان کی وفات کے فوراً بعد میری طبیعت خراب ہوگئی اور آٹھ روز تک مجھے ۱۰۴ درجے کا بخار آتا رہا۔ اب خدا کا فضل ہے مگر حد درجہ کمزوری کے باعث سینے میں شدت کا درد شروع ہوگیا ہے جس کا کوئی علاج ہی نہیں ملتا۔ اللہ اپنا فضل کرے۔

آپ کا اوپیرا میں نے لکھنؤ اور حیدر آباد بھیجا ہوا ہے۔ دیکھیے وہاں سے کیا جواب آتا ہے۔ آپ کے نام کی بجائے میں نے ظہیر الدین کا نام رکھ دیا ہے جو کہ صفیہ کا چھوٹا بھائی ہے۔

یہاں بمبئی سے یہ اوپیرا بہت جلد بک کرلیا جائے گا۔ مطمئن رہیں۔ میں بہت اداس ہوں۔ کاش کہ آپ کچھ دیر کے لیے یہاں چلے آئیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟...... مجھے آپ کی بہت سخت ضرورت ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۴۷)

۱۲-محمد جعفر ہاؤس،
لیڈی جمشید جی روڈ،
ماہم بمبئی

(جولائی ۱۹۴۰ء)

پیارے ندیم

جیسا کہ اوپر کے ایڈریس سے ظاہر ہے میں نے اپنا مکان بدل لیا ہے۔ والدہ کی وفات کے بعد صفیہ بالکل اکیلی ہوگئی تھی۔ چنانچہ اب صفیہ کی والدہ صاحبہ اور ہم نے مل کر ایک بڑا فلیٹ لے لیا ہے جس میں ہم سب اکٹھے رہتے ہیں۔

بچہ جس کا نام اس کی ماں نے عارف رکھا ہے ایک مہینے سے علیل ہے ہم سب پریشان ہیں۔ اس کے خون میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ جس کے باعث پھوڑے پھنسیاں نکل رہے ہیں۔ علاج باقاعدہ جاری ہے۔ اللہ اپنا فضل کرے۔

آپ کے دونوں خط مل گئے تھے۔ افسوس ہے کہ میں پریشانیوں کے باعث جلد جواب نہ لکھ سکا۔

آپ کے سوالوں کا نمبروار جواب۔

۱- STEEL میں ابھی تک مکمل نہیں کرسکا۔ دماغ بالکل کام نہیں کرتا۔ اگر ختم ہوجائے تو اس کا سودا ہوجائے گا اور آپ کو اس کی ایک کاپی بھی بھیج دوں گا۔

۲- ''دھرم پتنی'' فلمایا جائے گا۔ شیراز صاحب پونا میں اپنا اسٹوڈیو تعمیر کرا رہے ہیں۔ یہ فلم اسی میں تیار ہوگا۔ شیراز صاحب کا خط آپ کو ہر وقت مل سکتا ہے۔ مطمئن رہیں۔

۳- جو کتابیں بھیجنے کا وعدہ میں نے کیا تھا۔ ان میں سے چند ادھر ادھر بکھر گئی ہیں اکٹھی کر رہا ہوں۔ جمع ہونے پر فوراً روانہ کردوں گا۔

۴- ''قاضی جی کا فیصلہ'' لکھنؤ اور دہلی سے واپس آچکا ہے۔ حیدر آباد والوں نے باوجود تین تاکید ناموں کے ابھی تک اپنے ارادے سے مطلع نہیں کیا۔ بمبے میں یہ بک ہو

WWW.KITAABISTAN.COM

جائے گا۔ ''پنگھٹ پر'' اس مہینے براڈ کاسٹ ہو رہا ہے۔ ''مصور'' میں شائع کر دوں گا۔

۵- کرپارام صاحب بمبے میں ہیں۔ وہ آپ کو خط لکھیں گے آج کل یہاں بارشیں بہت ہو رہی ہیں اس لیے وہ خط لکھنے کے موڈ میں نہیں ہیں۔

۶- ''مصور'' سے فیض اور خلش علیحدہ ہو چکے ہیں۔ دونوں سے میرے تعلقات اچھے ہیں۔ آپ کی نظم جو کہ مجھے بے حد پسند آئی تھی، فیض صاحب کو ڈیزائن بنانے کے لیے دے رکھی ہے۔

۷- فیض صاحب کا ''آرٹسٹ'' سے کوئی تعلق نہیں...... ممکن ہے اب ہو گیا ہو۔ البتہ خلش صاحب اس کو ایڈٹ کرتے ہیں۔

۸- ''بگولے'' بھیج دیجیے میں اسے ضرور پڑھوں گا۔

۹- افسوس ہے کہ ''ماں'' والا پرچہ میرے پاس موجود نہیں اگر آپ کے پاس اس افسانے کی نقل ہو تو بھیج دیجیے۔ میں اپنا وعدہ پورا کر دوں گا۔

۱۰- میں نے ریڈیو میں ملازمت کے لیے صرف اتنی کوشش کی ہے کہ ایک پوسٹ کے لیے عرضی بھیج رکھی ہے۔

۱۱- ''نئے زاویے'' کے لیے افسانہ حاضر ہے۔ بچے کی بیماری اور اس کی تیمارداری کے ساتھ ساتھ میں نے یہ افسانہ پورے آٹھ دنوں میں مکمل کیا ہے اور لطف یہ کہ ہر وقت اسی کام میں مصروف رہا ہوں۔

۱۲- ''قلی'' پڑھا ہے۔ اچھا افسانہ ہے۔

۱۳- ''روح کا فلم'' (؟) اپنے مجموعے میں ضرور شامل کیجیے مگر کسی اور عنوان سے۔

اب میں پوچھتا ہوں۔

۱- ''ہتک'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

۲- ''اس کا پتی'' پڑھ کر آپ نے کیا رائے قائم کی تھی؟

۳- ''ہتک'' پڑھ کر آپ فوراً بذریعہ رجسٹری مسٹر کرشن چندر کو بھیج دیں۔ میرے پاس اس

کی کوئی نقل نہیں ہے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو اس کی ایک نقل بنا کر اپنے پاس رکھ لیں یا مجھے روانہ کر دیں۔ بے حد ممنون ہوں گا۔

۴- کیا آپ بمبے نہیں آ سکتے؟

۵- کرشن چندر صاحب کو میں نے عورتوں کے پروگرام کے لیے ایک ڈرامہ ''آؤ ریڈیو سنیں'' بھیجا تھا۔ اس کی رسید سے آپ نے ابھی تک مطلع نہیں فرمایا۔ ان سے کہیے کہ وہ خط کا جواب ضرور دے دیا کریں۔ میں بڑا جذباتی انسان ہوں۔ کیا انھوں نے فلم کے لیے کوئی اسٹوری لکھی؟

۶- آپ کو یک مشت کتنے روپے کی ضرورت ہے؟

صفیہ راضی خوشی ہے۔ آپ کا افسانہ اس نے ''ساقی'' میں پڑھا اور پسند کیا۔ آداب عرض کرتی ہے۔

ساری رات عارف نے جگائے رکھا۔ اب سر میں درد ہو رہا ہے۔ معافی چاہتا ہوں۔

آپ کا بھائی

سعادت حسن منٹو

(۴۸)

ہفت روزہ کارواں

بمبئی

(یکم اگست ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ مفصل جواب کل لکھوں گا۔ فی الحال آپ سے مجھے یہ کہنا ہے کہ ''مصور'' سے میں علیحدہ ہو گیا ہوں۔ جیسا کہ اس کاغذ کی پیشانی سے ظاہر ہے اب میں ''کارواں'' کے ادارے میں شامل ہو گیا ہوں۔ آپ سے درخواست ہے کہ آئندہ اپنی غزلیں اور مضمون ''کارواں'' میں ارسال فرمایا کریں۔ اس عنایت کے لیے میں آپ کا ذاتی طور پر ممنون ہوں گا۔

WWW.KITAABISTAN.COM

"کارواں" ہر ہفتے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا۔

نیاز کیش

(دستخط) سعادت حسن منٹو

(۴۹)

۱۲۔محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ
ماہم بمبئی
(اگست ۱۹۴۰ء)

پیارے ندیم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ بچے کو اب افاقہ ہے مگر پوری طرح صحت نہیں ہوئی۔ میری پریشانیاں بدستور قائم ہیں۔ علاج جاری ہے اور امید ہے کہ خدا کے فضل سے پندرہ بیس روز میں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بواپسی ڈاک آپ کو ان امور سے مطلع نہ کر سکا۔

جیسا کہ میرے پہلے خط سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا مجھے "مصور" سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ کس قصور پر؟ یہ مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ صرف فریب کاری ہی کی بدولت انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ کیا میں فریب کار بن جاؤں گا؟...... میں اس کا جواب ابھی نہیں دے سکتا۔ بہت ممکن ہے کہ حالات مجھے ایسا آدمی بننے پر مجبور کر دیں۔

میں نے بہت بڑی جسارت کی ہے کہ جو نظمیں آپ نے "مصور" کے لیے بھیجی تھیں وہ میں نے "کارواں" کے لیے رکھ لی ہیں۔ حالانکہ مجھے اس کا حق نہیں تھا۔

پرسوں رفیق غزنوی سے ملاقات کی، مسٹر دوارکا داس ڈاگا جو کہ انڈیا آرٹسٹس لمیٹیڈ کے مالک ہیں موجود تھے۔ دیر تک ان سے آپ کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ رفیق آپ کا بہت مداح ہے۔ اس نے آپ کی کئی غزلیں مسٹر ڈاگا کو سنائیں۔ کوشش یہ ہے کہ ڈاگا آپ سے کسی اسٹوری کے گیت لکھوائے۔

بابوراؤ پٹیل سے بھی اس ضمن میں میری گفتگو ہوئی۔ شانتارام "عمر خیام" بنانے والا

ہے۔ اس کا افسانہ بابوراؤ اور خواجہ احمد عباس نے مل جل کر لکھا ہے۔ گیتوں کے لیے میں نے آپ کا نام تجویز کیا ہے اگر ہو سکے تو بہت جلد عمر خیام کی چند رباعیوں کا نہایت ہی سلیس اردو ترجمہ کر کے مجھے بھیج دیں تاکہ میں آپ کے لیے کوشش کر سکوں۔ رباعی کا ترجمہ رباعی میں بھی ہو اور گیت کی صورت میں بھی۔

مسٹر ڈاگا کے لیے آپ چند نہایت پیارے پیارے گیت لکھ کر بھیجیے۔ گیت ایسے ہوں کہ وہ سن کر تڑپ جائے۔ شعریت زیادہ ہو اس لیے کہ یہ ڈاگا کو پسند ہے۔ بڑے نازک اور نفیس خیالات ہوں جذبات سے بھرے ہوئے۔ میں ان تمام چیزوں کا منتظر رہوں گا۔ گیتوں کا موضوع حسن و عشق ہو۔ ایک دو DUET بھی ہوں۔

"قاضی جی کا فیصلہ" صرف بمبئی سے براڈکاسٹ ہوگا۔ رفیق غزنوی اسے ڈائریکٹ کرے گا۔ اس کا تصفیہ ہو چکا ہے۔ "پنگھٹ پر" کا معاوضہ وصول ہو گیا ہے۔ چیک کی صورت میں کل یا پرسوں اسے اپنے حساب میں ڈال کر میں آپ کو بیس روپے کا منی آرڈر کر دوں گا۔ میں اسے نہیں سن سکا۔

میں خوش قسمت ہوں کہ آپ کو میرا طرزِ تحریر محبوب ہے اور آپ مجھے اچھا افسانہ نگار سمجھتے ہیں۔

ندیم صاحب ابھی تک میں جو کچھ چاہتا ہوں نہیں لکھ سکا۔ پریشانیاں اس قدر ہیں کہ خیالات گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کو سننے کے لیے کون تیار ہے؟ میں بہت خوش ہوا کہ آپ کو "ہتک" پسند آیا۔ مجھے خود یہ افسانہ پسند ہے۔ میں ایسے بہت سے افسانے لکھ سکتا ہوں۔ پرسوں بازار میں فٹ پاتھ پر ایک آدمی کو بیٹھے دیکھ کر دماغ میں معاً ایک افسانے کا پلاٹ آیا ہے۔ دیکھیے کب لکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اچھی چیز ہوگی۔

"ساقی" میں آپ کی نظم پڑھی بہت خوب ہے۔ "اس کا پتی" میں میں نے کیا لکھا ہے مجھے بالکل یاد نہیں۔ ایک بار پڑھ کر آپ کے استفسارات کا جواب دوں گا۔

کل میں نے "ماں" پھر پڑھا۔ اچھا افسانہ ہے۔ پرسوں فرصت ملے گی تو حسب وعدہ اسے ایڈٹ کروں گا۔

WWW.KITAABISTAN.COM

آپ جلد از جلد گیت وغیرہ لکھ کر بھیجیں، شاید آپ کو دو سو سے زیادہ مل جائے۔ میں انتہائی کوشش کروں گا کہ آپ کی پریشانیاں دور ہو جائیں۔ بار بار کہنے کی ضرورت نہیں لیکن میں پھر کہنا چاہتا ہوں کہ میں بالکل دیوالیہ ہوں۔

کرشن چندر صاحب کو لکھیے کہ سعادت ان دنوں بہت مفلس ہو رہا ہے اگر دہلی میں ان کی مہربانی سے پروگرام ملتے رہیں تو میں ممنون ہوں گا۔ ''ہتک'' کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟

صفیہ خیریت سے ہے اور آپ کو آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۵۰)

۱۲ ار محمد جعفر ہاؤس،

لیڈی جمشید جی روڈ،

ماہم بمبئی

(اگست ۱۹۴۰ء)

پیارے ندیم

آپ کا خط دفتر سے واپسی پر کھلا ہوا ملا۔ صفیہ آپ کے خط کھول کر پڑھ لیا کرتی ہے۔ گیت ملے۔ معاف کیجئے گا مجھے ان میں سے صرف دو پسند ہیں۔ ''جیون کھیل ہے پیاری'' اور ''جل برسانے آئی بدلی'' ان میں کافی جان ہے۔ جان سے میری جو کچھ مراد ہے وہ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کے باقی گیتوں میں ''گیت'' کی روح نہیں ہے۔ وہ درد نہیں ہے جو کہ ہمارے گیتوں کا امتیازی نشان ہے۔ آنسوؤں کا نم مجھے ان میں نظر نہیں آیا۔ کاش کہ میں آپ کے سامنے ہوتا، پھر آپ دیکھتے کہ آپ کے قلم سے کیسے کیسے گیت نکلتے۔ فرشتے انہیں اپنے ساز پر گاتے۔

آپ کے گیتوں میں پنجابی دیہاتوں کا خاص رنگ دیکھنے کا آرزومند ہوں۔ وہ رنگ جو اس میں جھلکتا ہے۔

تیری میری اِک جندڑی   تینوں تاپ چڑھے ہیں ہُونگاں

یا اس میں:

اک تیری جند بدلے وے میں سارے ٹبر دی گولی

یا اس میں:

کی کچھیئے تیری یاری مہنا مہنا ہو کے ٹُٹ گئی

یا اس میں:

یاری توڑ کے کھنڈاں تے بے گیاں   تے ہُن تو کیہڑا رب ہو گیاں

وہ گیت جو آپ نے دہلی میں لکھے تھے مجھے پسند آئے تھے۔ ایسے گیت لکھیے جن میں احمد ندیم نظر آئے۔ وہ احمد ندیم جو کہ سچ مچ روتا ہے، جو کہ دکھی ہے، جو کہ محبت میں ناکام رہا ہے، وہ احمد ندیم جو شاعر کم اور غمزدہ انسان زیادہ ہے۔ ایسا لکھیے کہ جس کا تعلق براہِ راست روح سے ہو۔ ایک دکھی دل کی پکار...... ''ہوک!'' ...... ''ٹیس'' ...... ایسے عنوان رکھیے اور اپنے قلم کا منہ کھول دیجئے۔ یہ ضروری نہیں کہ گیت لمبے لمبے ہوں۔ کم لکھیے لیکن جان دار۔

میں نے آپ کے سب گیت رکھ لیے ہیں۔ ممکن ہے کام آ جائیں۔ ڈاگا کو صرف دو سناؤں گا۔ آپ اور لکھ کر بھیجیں۔

''کارواں'' کی ادارت میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی غزلیں اس میں چھپیں گی مگر اس طرح نہیں جس طرح ''مصور'' میں چھپتی تھیں۔ آپ کا پہلا خط مجھے مل گیا تھا۔ جس شخص نے آپ کی غزل پر تنقید کی ہے اس کا دماغ میں آہستہ آہستہ درست کر رہا ہوں۔ یہ تنقید میرے داخلے سے پہلے لکھی گئی تھی۔

رفیق سے کہوں گا کہ وہ آپ کی غزلوں پر اپنی رائے آپ کو لکھ کر بھیجے۔ آج بھی اس کا فون آیا تھا۔ آپ کی غزلیں مانگ رہا تھا۔ کل اس سے ملاقات کروں گا۔

جونہی کرشن چندر صاحب آپ کو خط لکھیں مجھے ضرور مطلع فرمایئے گا۔ ان کا ایک خط مجھے بھی آیا تھا۔ لکھا تھا کہ سن سٹروک ہو گیا ہے۔ اللہ فضل کرے۔

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ''قاضی جی کا فیصلہ'' ظہیر کے نام ہی سے براڈ کاسٹ ہوگا۔ رفیق

WWW.KITAABISTAN.COM

صاحب اسے کمپوز کر رہے ہیں۔ اس کے بک ہوجانے کی تاریخ سے میں آپ کو مطلع کردوں گا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا چیک ابھی تک کیش نہیں کرا سکا۔ بینک یہاں سے اب بہت دور ہوگیا ہے۔ کل یا پرسوں ضرور آپ کو روپے منی آرڈر کردوں گا۔ ''کارواں'' سے میں ساٹھ روپے ماہوار لے رہا ہوں۔

عارف ابھی تک اچھا نہیں ہوا۔ نئے پھوڑے نکل رہے ہیں۔ خدا فضل کرے۔

صفیہ آداب عرض کہتی ہے۔ ایک چھوٹا سا افسانہ ''موسم کی شرارت'' لکھا ہے۔ ''ادبی دنیا'' میں بھیجا ہے۔ اگر وہ معاوضہ دینے پر تیار ہوگئے تو اس میں چھپے گا ورنہ مجھے واپس مل جائے گا اگر واپس آگیا تو آپ کو پڑھنے کے لیے بھیج دوں گا۔ بری چیز نہیں۔

بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے لیکن وقت نہیں، کیا کروں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسا نہ ہو کہ بوڑھا ہوجاؤں۔

رباعیات کا ترجمہ جلد بھیجئے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۵۱)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس

لیڈی جمشید جی روڈ

ماہم۔ بمبئی

(اگست ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

اس سے پہلے آپ کو ایک خط روانہ کرچکا ہوں۔ امید ہے کہ مل گیا ہوگا۔ میں تین چار روز سے بیمار ہوں۔ بخار آرہا ہے۔ یہاں سے ''بائی کلہ'' جہاں کہ میرے روپے بنک میں جمع ہیں کافی دور ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو اس بات سے ہوسکتا ہے کہ موٹر بس میں وہاں تک جانے کے لیے تین آنے خرچ کرنا پڑتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں بیس روپے آپ کو منی آرڈر نہ

کرسکا۔ بہرحال اب بہت جلد آپ کو روپے بھجوادوں گا۔ مطمئن رہیں۔

میں نے ایک ڈرامہ بخار ہی کی حالت میں لکھا ہے۔ آپ کو بھیج رہا ہوں مجھے اس کے لیے دو گیتوں کی ضرورت ہے۔ ان گیتوں کا مضمون ارسال ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ آپ اسی کو نظما دیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ نہایت رنگین چیزیں ہوں۔

مجھے امید ہے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر آپ یہ دو گیت لکھ کر مجھے بھیج دیں گے۔

رفیق صاحب آئے تھے۔ آپ کی ساری غزلیں اور سارے گیت لے کر چل دیئے۔ وہ آپ کو خط لکھیں گے۔ اب مطمئن رہیں کہ آپ کی غزلیں ''کارواں'' میں نہ چھپیں گی۔ ''کارواں'' نہایت ذلیل پرچہ ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے لیکن کیا کروں آپ لوگ ہی کچھ توجہ نہیں دیتے۔ سچ کہتا ہوں میری ادبی اور جسمانی موت کا باعث آپ لوگ ہی ہوں گے۔ آپ کیوں نہیں کچھ کرتے۔

میری ذہنی پریشانیاں دن بدن بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ خدا اپنا فضل کرے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ عارف کو اب آرام ہے۔ لیکن رات اس نے کئی گھنٹے مجھے اور صفیہ کو جگائے رکھا۔ سوتا ہی نہیں، چاہتا ہے کہ ہم اس کے ساتھ کھیلیں۔ حد ہوگئی ہے۔

صفیہ آپ کو آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۵۲)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس

لیڈی جمشید جی روڈ

ماہم۔ بمبئی

(اگست ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا محبت نامہ کل شام کو دفتر سے واپسی پر ملا۔ صفیہ اسے پڑھ چکی تھی۔ اس نے فوراً

WWW.KITAABISTAN.COM

مجھ سے پوچھا ''کیا آپ نے قاسمی صاحب کو منی آرڈر بھیجا ہے۔'' اس سوال کا جواب میرے پاس کوئی بھی نہ تھا، چنانچہ آپ کا خط پڑھنے کے بعد میں فوراً ڈاک خانے میں گیا اور تار کے ذریعے منی آرڈر کرنا چاہا مگر وقت پورا ہو گیا تھا اس لیے ناکام لوٹا۔

آج صبح کو میں نے EXPRESS T-M-O کے ذریعے سے آپ کو بیس روپے بھیج دیئے ہیں۔ خدا کرے آپ کو وقت پر مل جائیں۔ تاخیر کی معافی چاہتا ہوں۔ یہ تاخیر کیوں واقع ہوئی اس کا سبب میں آپ کو اپنے پہلے خط میں بیان کر چکا ہوں۔

امید ہے کہ آپ ''انگہ'' پہنچ گئے ہوں گے۔ والدہ صاحبہ کو میرا اسلام عرض کر دیجیے گا۔

میں آپ کو پنجابی گیت روانہ کر دوں گا۔ رباعیوں کا ترجمہ فوراً بھیجیے۔ کیا آپ نے ''قلوپطرہ کی موت'' پڑھا۔ یہ بازاری چیز ہے۔ پڑھ کر اور اس کے گیت لکھ کر مجھے مسودہ واپس بھیج دیجیے گا۔

''کارواں'' کے لیے آپ اور کرشن صاحب کچھ نہ لکھیں۔ اس کی اشاعت بالکل محدود ہے۔ کبھی کبھی آپ اپنے پرانے افسانے بھیج سکتے ہیں۔ فیض صاحب سے ابھی ملاقات نہیں ہو سکی اس لیے کہ وہ بہت دور رہتے ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد ان سے ملنے کی کوشش کروں گا۔

کرشن صاحب کا خط مجھے مل گیا تھا۔ انہوں نے افسانہ پسند کیا ہے۔ آج کل میں ''خوشیا'' کے عنوان سے ایک نیا افسانہ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس میں ایک دلاّل کا ذکر ہے۔

فوٹو کھنچوانے کے لیے وقت نہیں۔ آپ نہیں جانتے کہ میں کتنا مصروف رہتا ہوں۔ آپ اپنا فوٹو بھیج دیجیے اور میرا انتظار کیجیے۔

آپ سے ملنے کو بے حد جی چاہتا ہے۔
عارف ابھی مکمل طور پر تندرست نہیں ہوا۔
صفیہ آداب عرض کہتی ہے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۵۳)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ
ماہم۔ بمبئی
(اگست ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

پہلے کاغذ پر میں نے آپ کو تار بھیجنے کا دن لکھا تھا۔ یہ خط میرے بیگ ہی میں پڑا رہا۔ میں بہت مصروف تھا۔ STEEL مکمل کر رہا تھا۔ اتوار اور پیر ان دونوں میں مَیں نے اس کو مکمل کر لیا۔ چنانچہ اب آپ کو یہ سن کر خوشی ہو گی کہ اس کے فلمانے کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ اس کا حق الخدمت مجھے چھ سو روپے ملے گا۔ ''STEEL'' کے گیت آپ لکھیں گے۔ میں بہت جلد اس کے افسانے کی ایک نقل آپ کو ارسال کر دوں گا تا کہ آپ اس کا بغور مطالعہ کر لیں۔

آج ڈاگا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کے وہ دو شعر سنائے جو کہ آپ نے لکھ کر بھیجے تھے۔ بہت پسند کیے گئے۔ ڈاگا صاحب ہی نے میری اسٹوری لی ہے، آپ سے ملاقات کرنے کا انہیں بے حد اشتیاق ہے۔ آپ کیوں نہیں کچھ دنوں کے لیے ادھر آنکلتے۔ آپ کو شاید اس سے کوئی فائدہ ہی پہنچ جائے۔

رفیق صاحب چاہتے ہیں کہ آپ ان کو ایک اجازت نامہ لکھ کر بھیج دیں کہ وہ آپ کی غزلیں براڈکاسٹ کر سکتے ہیں اور ریکارڈوں میں بھی بھرا سکتے ہیں۔ غزلیں انہیں بہت پسند آئی ہیں۔

یہ خط ملتان کے پتے سے آپ کو بھیج رہا ہوں۔
عارف اب روبصحت ہے۔ میں بھی اچھا ہوں۔
ہاں، ان گیتوں کا کیا بنا۔ جلد از جلد بھیجیے۔

ایک بات اور۔ آپ اپنی کچھ غزلیں ''مصور'' کو روانہ کر دیں۔ خلیق صاحب یا نذیر صاحب کے نام سے۔ ''مصور'' سے آپ کا رشتہ نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ آپ کو ''مصور'' سے کبھی نہ کبھی

WWW.KITAABISTAN.COM

فائدہ ضرور پہنچے گا۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

''ہتک'' کی نقل اگر آپ کے پاس ہو تو بھیج دیجئے۔ بذریعہ رجسٹری۔ ساتھ ہی ''قلوپطرہ کی موت'' بھی روانہ کر دیجئے گا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۵۴)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس، لیڈی جمشید جی روڈ

ماہم۔ بمبئی

(ستمبر ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

اس سے پہلے نہ معلوم کتنے خط روانہ کر چکا ہوں مگر رسید ندارد۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

آج ڈاگا صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ رفیق بھی وہیں تھا۔ فیصلہ ہوا ہے کہ آپ ان کے نئے فلم کے گانے لکھیں۔ میں آپ کو ایک SITUATION بتاتا ہوں، اس کے مطابق ایک نہایت ہی عمدہ گیت لکھ کر فوراً بھیج دیجئے تاکہ آپ کو دوسری SITUATIONS لکھ کر بھیج دی جائیں۔

ہیرو ایک لڑکی کو جو کہ ڈوبنے گئی تھی پانی سے نکال کر لاتا ہے اور اس کو لوری کے طور پر ایک گیت سناتا ہے تاکہ وہ سو جائے۔ اس لڑکی سے ہیرو کو محبت ہے، لیکن لڑکی نہیں جانتی۔ گیت کے بول اس طرح کے ہوں کہ اُن کے اندر اُس کی چھپی ہوئی محبت کی جھلکیاں نظر آئیں۔ یہ شاعری کا نہایت ہی پیارا نمونہ ہونا چاہیے۔ ایسا گیت ہو کہ میں بھی تڑپ جاؤں۔ سہل الفاظ میں آپ عاشق کے دل کو بس کاغذ پر نکال کر رکھ دیں۔ اُس کا عشق گیت میں نمایاں نہ ہو۔ کہیں کہیں اُس کی جھلک دکھائی دے۔

ڈاگا صاحب کو میں نے آپ کی تازہ غزل کے دو شعر سنائے انہوں نے کہا

"NADEEM IS THE ONLY URDU POET WHO HAS SOMEHOW OR THE OTHER IMPRESSED ME"

رفیق صاحب نے آپ کے لیے بہت کوشش کی ہے۔ وہ آپ کو علیحدہ خط لکھے گا۔

میں آپ کو اس سے پہلے یہ خبر سنا چکا ہوں کہ "STEEL" میں نے مکمل کر کے ڈاگا صاحب کے حوالے کر دیا ہے؟...... یہ افسانہ بہت پسند کیا گیا ہے۔ اس کو فلمانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ مجھے اس کے چھ سو روپے ملیں گے (اس کا ذکر کسی سے نہ کیجئے گا)۔ دو سو وصول کر چکا ہوں۔ دوسرے الفاظ میں جو قرض میرے سر پر تھا میں نے اِن روپوں سے اُتار دیا ہے۔

ڈاگا صاحب یہاں اپنا اسٹوڈیو بنانے والے ہیں۔ میں اور رفیق کوشش کر رہے ہیں کہ آپ کو یہاں بلایا جائے۔

گیتوں کا معاوضہ آپ کو ڈیڑھ سو روپے کے قریب مل جائے گا۔

آپ نے ابھی تک ''قلوپطرہ کی موت'' کے لیے گیت نہیں بھیجے۔ آخر آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خط کا جواب فوراً دیں۔ گیت بھی فوراً ہی بھیجئے۔ تاخیر بالکل نہ ہو۔

میں اب ''جیب کترا'' کے عنوان سے ایک فلمی افسانہ لکھنے کی فکر میں ہوں۔ کیسا عنوان ہے؟

خاکسار

سعادت حسن منٹو

....

(تار)

بمبئی

۷۔ ستمبر ۱۹۴۰ء

بنام:۔ احمد ندیم: بوہڑ دروازہ، پل شوالہ، ملتان

مہربانی کر کے مہرِ سکوت توڑیئے۔

(منٹو)

WWW.KITAABISTAN.COM

(۵۵)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم، بمبئی
(ستمبر ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کے دونوں خط مجھے مل گئے۔ ''قلوپطرہ کی موت'' کے لیے دو گیتوں کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے ان میں سے ایک استعمال کیا ہے، دوسرا گیت میں نے آپ کے پہلے گیتوں سے چن لیا تھا۔ ''قلوپطرہ کی موت'' سترہ اکتوبر کو لکھنؤ سے براڈ کاسٹ ہوگا۔

عمر خیام کی رباعیوں کا ترجمہ بہت دیر کے بعد مجھے ملا۔ اب اُس کے متعلق کچھ نہیں ہوگا۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

آپ کا گیت میں نے رفیق صاحب کو دکھایا۔ انہوں نے بہت پسند کیا مگر ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ نے انترے کے لیے بحر بہت لمبی انتخاب کی ہے۔ اس کے علاوہ سوجا سوجا راج کماری، والے گیت کے بعد اب رفیق صاحب بالکل نئی طرز کی چیز چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہیں گیت پسند نہیں، آج وہ جس سے بھی ملے اس سے انہوں نے اس گیت کی تعریف کی۔ کاش کہ آپ خود ان کی زبان سے سنتے۔ داد دینے کا طریقہ رفیق غزنوی ہی کو آتا ہے۔

یہ خط میں آپ کو ایکسپریس بھیج رہا ہوں۔ فوراً ہی آپ چھوٹی بحر میں (SUBTLETY) کو چھوڑ کر نہایت ہی سادہ انداز میں اسی قسم کا ایک گیت لکھ کر بھیج دیں۔ رفیق کہہ رہا تھا کہ گیت کے بول ایسے ہوں کہ جو ایک دم سننے والے کے دل کے اندر اتر جائیں۔ زیادہ دیر اسے ان پر غور نہ کرنا پڑے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا گیت لکھ سکتے ہیں۔

رفیق نے یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ بمبئی چلے آئیں وہ آپ کو اپنے پاس رکھنے کو تیار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ نوکری ووکری کو برطرف کر کے یہاں اُس کے پاس رہیں۔ میرا بھی خیال ہے کہ آپ یہاں زیادہ کما سکیں گے۔ آپ کیوں نہیں اس مسئلہ پر غور کرتے۔ دور بیٹھ کر نہ میں آپ کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتا ہوں اور نہ کوئی اور...... اور فلم لائن میں لوگ ہاتھ پر

سرسوں جمانے کے قائل ہوتے ہیں۔

گیت فوراً بھیج دیجئے گا۔ ایسا لکھیے کہ رفیق تڑپ اٹھے۔ جذبات ہی جذبات ہوں

میری طبیعت کچھ دنوں سے خراب ہے۔ بخار رہتا ہے۔ کل ڈاکٹر سے مشورہ لوں گا۔

STEEL کی کاپی آپ کو یقیناً مل جائے گی اور اس کے گیت آپ کے سوا اور کوئی نہیں لکھے گا۔ اس کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔

ہاں چار روز ہوئے رفیق نے ریڈیو پر آپ کے دو گیت گائے۔ جل برسانے آئی بدلی، اور ایک دوسرا۔ لوگوں نے بہت پسند کیے۔

ہاں، میں نے آپ کا غنائیہ ''قاضی جی کا فیصلہ'' ادبِ لطیف والوں کو بھیج دیا ہے۔ یہ اُس میں چھپے گا۔ یہاں سے براڈ کاسٹ ہوگا تو میں خیال رکھوں گا کہ آپ ہی کے نام سے ہو۔

میں آج کل ایک افسانہ بعنوان ''عنوان کے بغیر'' لکھ رہا ہوں۔ ''کارواں'' میں پڑھیے گا۔ کیا ''کارواں'' آپ پڑھتے ہیں؟ میں نے ایک مضمون ''مجھے شکایت ہے'' لکھا تھا کیا آپ نے پڑھا ہے؟

اس سے زیادہ اب میں نہیں لکھ سکتا۔

صفیہ سامنے لیٹی عارف سے کھیل رہی ہے۔ آداب عرض کرتی ہے۔ مجھے آپ کے دوست کی موت کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ خودکشی کرنا بڑی ہمت کا کام ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو سکی تھی۔ خدا آپ کو صبر دے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۵۶)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس، لیڈی جمشید جی روڈ
ماہم۔ بمبئی
(۲۳ر ستمبر ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کے دونوں محبت نامے مجھے مل گئے تھے۔ میری طبیعت چونکہ ناساز تھی اس لیے

WWW.KITAABISTAN.COM

میں ان کی رسید نہ بھیج سکا۔ کچھ تو یہاں کی آب وہوا نے مجھ پر اثر کیا ہے اور کچھ ناموافق واقعات نے۔ خصوصاً والدہ صاحبہ کی اچانک موت نے جسمانی اور روحانی طور پر مجھے بہت ہی صدمہ پہنچایا ہے۔ پرسوں مجھے ایک سو پانچ درجے کا بخار تھا۔ آج درجہ حرارت ننانوے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ بخار بدستور موجود ہے۔

چار پانچ روز ہوئے میں نے یہاں کے ایک بڑے ڈاکٹر سے مشورہ لیا تھا۔ اس نے بتایا ہے کہ میرے ABDOMEN میں خرابی ہے۔ اس خرابی کا باعث صرف میرے جسم کی ساخت ہے۔ میرا پیٹ نیچے سے بہت تنگ ہے جس کی وجہ سے انتڑیاں ٹھیک طور پر پھیل نہیں سکتیں۔ ڈاکٹر نے ایک خاص قسم کی پیٹی باندھنے کو کہا ہے جس کو آج کل میں استعمال کر رہا ہوں۔ بارہ روپے میں خریدی ہے، اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ انتڑیاں اوپر کو اٹھی رہیں گی...... بخار اس کے علاوہ ہے جس کے متعلق کل پھر اُس سے بات چیت کروں گا آپ بے فکر رہیں، مجھے ابھی زندہ رہ کر بہت سے تماشے دیکھنا ہیں۔

عارف اب پہلے سے اچھا ہے، امید ہے کہ خدا کے فضل سے وہ دن بدن تندرست ہوتا جائے گا۔ صفیہ بھی خیریت سے ہے۔

اس سے قبل میں آپ کو ایک ایکسپریس چٹھی بھیج چکا ہوں۔ امید ہے مل گئی ہوگی۔

آپ کا خط پڑھ کر معلوم ہوا کہ پنڈت کرپارام نے آپ کو میرے متعلق ایک مفصل خط لکھا ہے۔ ان کی بڑی مہربانی ہے کہ آپ کو انہوں نے میرا دوست سمجھا اور مجھے اس بات سے بھی حوصلہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مجھے فراموش نہیں کیا۔ پنڈت جی سے میرا تعارف مسٹر نذیر کی معرفت ہوا تھا۔ ''مصور'' سے علیحدہ کر دیئے جانے پر مجھے اس بات کا اندیشہ پیدا ہوا تھا کہ پنڈت جی بھی مجھ سے چھن گئے ہیں۔ ایک بار خلش صاحب سے مسٹر نذیر کے تعلقات خراب ہو گئے تھے تو اسی بنا پر پنڈت جی نے خلش صاحب کو ایک چچوڑی ہوئی ہڈی سمجھ کر پھینک دیا تھا۔ میرے دل میں ایسا خیال کیوں پیدا ہوا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل جب کہ مسٹر نذیر سے خلش صاحب کا ملاپ ہو گیا ہے جو کہ اتنا ہی حیرت خیز ہے جتنا کہ روس اور جرمنی کا سیاسی اتحاد ہے، پنڈت جی کے دوستانہ تعلقات پھر سے خلش صاحب کے ساتھ قائم

ہو گئے ہیں۔ اس کے لیے میں پنڈت جی کو موردِ الزام قرار نہیں دیتا کیوں کہ وہ دوستی کو گزوں سے ناپتے ہیں۔ میری دوستی، نذیر صاحب کی دوستی کے مقابلے میں کئی میل کم تھی۔ اس لیے میں سمجھا کہ پنڈت جی نے ایک ہی جھٹکے میں میری دوستی کی گردن علیحدہ کر دی ہوگی۔ مگر آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ میں ابھی تک ان کے اندر زندہ ہوں...... یہ میرے حقیر اخلاص کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے، ورنہ پنڈت جی کے سینے میں تو ایک قبرستان آباد ہوگا۔

پنڈت جی فوج میں رہ چکے ہیں اس لیے وہ ہر شے کو فوجی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جب وہ کسی سے دوستی کرتے ہیں تو فوجی خطوط پر اور جب کسی سے دشمنی اختیار کرتے ہیں تو اُن کے دماغ میں مورچہ بندی کا خیال آجاتا ہے۔ وہ بے قصور ہیں اور میں بھی بے قصور ہوں۔ میں نے اُن کو اپنا دوست نہیں سمجھا اس لیے کہ وہ ان حدود سے گزر چکے ہیں جبکہ میری عمر کے آدمی اُن کو اپنا دوست بناتے۔ میں نے اُن کو اپنا رہبر قرار دیا۔ ایک بار جب انہوں نے والدہ مرحومہ سے کہا تھا ''سعادت میرا بچہ ہے'' تو میں وہاں سے اٹھ کر بالکونی میں چلا گیا تھا کہ میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میری کمزوری کا اُن کو پتہ چل جائے گا۔ میں دل ہی دل میں ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا تھا۔ مجھے اُن کی بہت سی باتوں سے اختلاف رہتا تھا مگر میں نے ہمیشہ جبر کیا اور اپنے دل کی سلطنت پر اُن کو ڈکٹیٹر بنا کر بٹھا دیا۔ دنیا جانتی ہے کہ پنڈت کرپارام صاحب مجھے عزیز تھے اور اب بھی عزیز ہیں لیکن ایک حادثے سے میرے اندر انقلاب سا برپا ہو گیا ہے اور میں خود کو کسی قدر تبدیل کر چکا ہوں۔ یہی تبدیلی شاید پنڈت جی کو پسند نہیں آئی۔

''مصور'' سے میں چار برس تک منسلک رہا۔ اس دوران میں ہر کام میں نے ایماندارانہ طور پر کیا۔ مسٹر نذیر یا پنڈت کرپارام جی ان چار برسوں کے ڈھیر میں سے ایک دن بھی ایسا کرید کر نہیں نکال سکتے جس کے ساتھ میرا اخلاص چمٹا ہوا نہ ہو۔ مصور کو میں نے اپنا سمجھا۔ نذیر صاحب کو بھی میں نے اپنے دل میں جگہ دی، لیکن ایکا ایکی مجھ سے بات چیت کئے بغیر مجھے تحریری نوٹس ملا جس نے کئی راتوں کی نیند مجھ پر حرام رکھی۔ یہ نوٹس ملنے پر میرے دل ودماغ میں کیسا ہلڑ مچا، میں بیان نہیں کر سکتا۔ فلموں کی کومنٹری لکھنے کا کام مجھے نذیر صاحب نے دلوایا تھا وہ بھی مجھ سے چھین لیا گیا۔ ایک سو بیس روپے ماہوار کی آمدن مجھ سے کسی نامعلوم گناہ

WWW.KITAABISTAN.COM

کے باعث علیحدہ کر دی گئی۔ میں نے ہوش سنبھالا اور بابوراؤ پٹیل کے پاس گیا۔ اس کو میں نے نوٹس دکھا کر کہا ''تمہیں ایک ایڈیٹر کی ضرورت تھی، میں اس وقت بیکار ہوں کیا تمہیں میری خدمات درکار ہیں، میں ساٹھ روپے ماہوار پر کام کروں گا۔'' سودا منظور ہو گیا اس کے بعد کر پا رام جی سے میری ملاقات ہوئی۔ ان کے یہ الفاظ بستر مرگ پر بھی مجھے یاد رہیں گے۔ ''میرا خیال تھا کہ نوٹس ملتے ہی تم اور صفیہ میرے پاس آؤ گے اور ہم کوئی مصالحت کی صورت پیدا کر لیں گے۔ مگر تم نہ آئے اور بابوراؤ پٹیل کے پاس چلے گئے۔'' خدا کرے کہ پنڈت جی کا وقار قائم رہے۔ اُن کو شاید یہ معلوم نہیں بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جو ایک سو بیس روپے کھو دینے پر بھی بھیک نہیں مانگتے۔ مجھے جب زبانی پیغام دینے کے بجائے نوٹس دیا گیا تو میں کیوں کسی کے پاس جاتا۔ جب میرے جذبات کی قدر ہی نہیں کی گئی تو میں کیوں انہیں اور پامال کراتا...... پنڈت جی مجھ پر تمام عمر کوئی جرم عائد نہیں کر سکتے اس لیے کہ میں مجرم نہیں ہوں۔ مجھے اس بات کا دعویٰ ہے کہ اگر وہ میرے سامنے بیٹھ کر گفتگو کریں تو گفتگو کے بعد وہ مجھے اٹھا کر چوم لیں...... خدا کی قسم میں ان کو رلا سکتا ہوں۔ مجھ میں انتقام کی آگ اتنی زیادہ بھڑک رہی ہے کہ میں انہیں ایک روز ضرور اپنے سامنے بٹھاؤں گا اور اتنا بولوں گا اتنا بولوں گا کہ ان کے کان بہرے ہو جائیں۔ انہوں نے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ وہ بہت سمجھ دار بنتے ہیں مگر ان کی عقل مندی ملاحظہ ہو کہ خلش سے مجھے نوٹس ملنے کے دوسرے روز ہی کہتے ہیں ''بھئی مجھے سعادت کے بیس روپے دینا ہیں۔'' ...... یہ کیا ہے؟...... اس ایک بات نے میرے دل پر نہایت ہی بُرا اثر کیا۔ پنڈت جی کے دل میں روپوں کا خیال ''مصور'' سے میری علیحدگی پر کیوں آیا؟...... کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اُن کا ضمیر محور سے ہٹ چکا تھا۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی اور میرے درمیان دوستی کا جو رشتہ تھا وہ صرف ''مصور'' ہی کے صفحات پر تھا۔ مصور سے میں علیحدہ ہوا اور وہ بھی مجھ سے علیحدہ ہو گئے۔

میں نذیر صاحب سے پوچھ چکا ہوں۔ وہ بتا نہیں سکے کہ انہوں نے مجھے کیوں علیحدہ کیا۔ لیکن انہوں نے اتنا ضرور کہا ہے کہ میرے اخلاص پر انہیں کامل بھروسہ ہے۔ اب کر پا رام جی سے پوچھوں گا کہ بھئی آپ نے میری دوستی کو کس بناء پر طلاق دی ہے؟ مجھے یقین ہے

کہ وہ وجہ نہیں بتا سکیں گے، اس لیے کہ کوئی وجہ ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو وہ اتنی مبہم ہے جو صرف کر پا رام جی ہی سمجھ سکتے ہیں۔ میں آپ سے کیا عرض کروں...... اتنے واقعات ہیں کہ خط میں درج نہیں کیے جا سکتے۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں پنڈت جی سے مجھے عقیدت تھی، میں نے کبھی یہاں رہ کر خود کسی کام کے لیے کوشش نہیں کی بلکہ مسٹر نذیر اور مسٹر کر پا رام پر بھروسہ رکھا۔ اب کہ میں بالکل اکیلا ہوں کیا وہ چاہتے ہیں کہ میں کچھ نہ کروں...... اور ڈوب کے مر جاؤں؟ اگر میں نے شادی نہ کی ہوتی تو بخدا میں اُن کو خوش کرنے کے لیے یہ بھی کر دیتا اور ہمیشہ کے لیے اپنی موت کی تختی ان کے گلے میں لٹکا دیتا مگر میں مجبور ہوں۔

کر پا رام جی کبھی تخلیے میں سوچیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں کسی سے برائی کر ہی نہیں سکتا۔ البتہ وہ کر سکتے ہیں، وہ اس کے اہل ہیں۔ وہ اپنی طبیعت خوش کرنے کے لیے جس کا چاہے گلا گھونٹ سکتے ہیں...... میں نے ابھی اتنا تجربہ حاصل نہیں کیا جتنا کہ پنڈت جی کر چکے ہیں، ممکن ہے کہ دس بارہ برس کے بعد مجھ میں بھی یہ بات پیدا ہو جائے۔ اُس وقت میں ان سے زیادہ اچھی طرح بات کر سکوں گا۔ مگر اب کہ میرے اندر صرف جذبات ہی جذبات ہیں۔ میں سوائے آنسوؤں کے ان کی خدمت میں اور کچھ پیش نہیں کر سکتا، یہ آنسو انہی کے عنایت کردہ ہیں۔

مجھ سے بعض لوگوں کے خلاف لکھنے کے لیے کہا گیا، میں نے لکھا اس لیے کہ وہ مجھے خود بھی ناپسند تھے، لیکن میں اب دیکھتا ہوں کہ پنڈت جی ان کے ساتھ گھل مل کر رہتے ہیں۔ میں ان لوگوں کا دشمن ہوں مگر وہ دوست ہیں۔ میں اس پر رشک نہیں کرتا بلکہ افسوس کرتا ہوں۔ وہ یوں اپنا الو سیدھا کرتے ہیں اور میں...... پنڈت جی سے کہیے کہ وہ کبھی میری پوزیشن پر بھی غور کریں۔ میں اگر چاہوں تو اُن بے وقوفوں کو اتنا خوش کر سکتا ہوں کہ پنڈت جی ساری عمر میں نہیں کر سکتے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ میں خود عبرتناک حد تک بیوقوف ہوں۔

میں نے اگر دو رنگی زندگی بسر کرنا شروع کی تو مجھے یقین ہے کہ میں زیادہ کامیاب رہوں گا کیوں کہ میں یہ کام بھی اخلاص کے ساتھ کروں گا مگر مصیبت یہ ہے کہ وہ دن ہی نہیں آتا جب ایسی زندگی بسر کرنے کی خواہش میرے اندر پیدا ہو۔

WWW.KITABISTAN.COM

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نذیر صاحب یا کرپارام صاحب مجھ پر ناراض کس وجہ سے ہیں۔ کیا میں نے ان کی کوئی جائداد غصب کرلی ہے یا میں نے کبھی ان کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر میرا کوئی جرم بھی ہو۔ گو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ خود کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کردوں۔ مگر میں یہ بھی کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چلیے میں مجرم ہی سہی، اب کرپارام جی اور ان کے دوست کرسیوں پر بیٹھیں اور مجھ پر جرم ثابت کریں۔ کیا ان میں اتنی جرأت ہے؟...... ان سے پوچھیے۔

وہ میرے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اگر وہ کچھ کہہ سکتے ہیں تو صرف یہ کہ سعادت شراب پیتا ہے۔ سعادت شراب پیتا ہے اس لیے کہ شراب صرف میرے جسم کو نقصان پہنچاتی ہے روح کو نہیں۔ کرپارام جی نے تو میری روح کو تکلیف پہنچائی ہے۔

میں بے حد ذکی الحس ہوں۔ میں نے سارے کا سارا سعادت ان کی میلی جھولی میں ڈال دیا مگر اُس کے بدلے میں انہوں نے کرپارام کا صرف ایک ٹکڑا مجھے دیا۔ مجھے اِس کا گلہ ہے۔ جب میں کسی سے دوستی کرتا ہوں تو مجھے اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ وہ اپنا آپ میرے حوالے کردے گا۔ دوستی کرنے کے معاملے میں میرے اندر یہ ایک زبردست کمزوری ہے جس کا علاج مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب آپ نے اپنی دوستی کا ہاتھ میری طرف بڑھایا تھا تو میں نے آپ سے کئی بار کہا تھا کہ آپ مجھے دوست نہ بنائیں صرف اسی کمزوری کے باعث میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔ اب بھی میری آپ سے یہی درخواست ہے۔ ندیم صاحب معاف فرمایئے گا۔ ''مصور'' سے ایکا ایکی (غیر ضروری بالوں کی طرح) علیحدہ کردیئے جانے پر اب میرے دل میں بہت تلخی پیدا ہوگئی ہے، میں اب ہر وقت سہما سا رہتا ہوں کہ ممکن ہے کسی روز آپ بھی میرے ساتھ یہی سلوک نہ کریں...... مجھے تو یہ بھی ڈر رہتا ہے کہ کہیں میرے اپنے ہاتھ پاؤں مجھ سے باغی نہ ہوجائیں۔ اللہ رحم کرے۔

مجھے معلوم نہیں پنڈت جی نے آپ کو کیا لکھا ہے، لیکن اگر دنیا میں ایمان واقعی کام کی چیز ہے تو اُس سے کام لے کر آپ انہیں بتایئے کہ میں نے اُن کے بارے میں آپ کو کبھی کچھ لکھا ہے؟...... جو کچھ انہوں نے آپ کو لکھا ہے مجھے ہرگز نہ بتایئے گا۔ میں اپنے آپ کو اور دکھی

کرنا نہیں چاہتا۔ کرپارام جی میں اتنا دل گردہ نہیں کہ وہ آگے بڑھ کر میرے دکھ اٹھا کر اپنے کاندھے پر رکھ لیں۔ خدا اُن کو ہمیشہ سکھی رکھے اور اگر وہ مجھے مشکلات میں دیکھ کر ہی خوش رہ سکتے ہیں تو میری دعا ہے کہ میں ہمیشہ مشکلات میں پھنسا رہوں۔ لیکن کرپارام جی سے میں کبھی بھیک نہیں مانگوں گا۔

میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ مجھے نہ کرپارام جی سے دشمنی ہے اور نہ مسٹر نذیر سے۔ میں اول تو ان کو نقصان پہنچا ہی نہیں سکتا اس کا خیال تک میرے دماغ میں نہیں آئے گا، لیکن میں اس بھونڈے سلوک کا تذکرہ یقیناً کرتا رہوں گا جو نذیر صاحب اور پنڈت کرپارام جی نے میرے ساتھ کیا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے یہ سچی بات کہنے سے نہیں روک سکتی۔

کرپارام جی مجھے اپنی زبان سے بیٹا کہہ چکے ہیں کیا انہوں نے اپنے دوست نذیر صاحب سے یہ پوچھنے کی زحمت گوارا کی کہ سعادت کا قصور کیا ہے اور اگر انہوں نے پوچھا تو کیا نذیر صاحب نے سچی بات ان سے کہی؟

مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کیا لکھ رہا ہوں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ پنڈت کرپارام جی میرے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے۔ وہ مجھے بالکل نہیں سمجھ سکے۔ میں ان کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔

میں نے پنڈت جی کے بارے میں اب تک جو کچھ بھی ''کارواں'' میں لکھا ہے خدا کی قسم کسی شخص کی اکسابٹ پر نہیں لکھا۔ کرپارام صاحب سے پوچھیے کہ وہ ناکام ڈائریکٹروں کا راگ کیوں الاپ رہے ہیں۔ اس کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما ہے؟...... مجھے اس بات کا دعویٰ ہے کہ وہ اگر اپنی تمام طاقتیں صرف کردیں تو بھی وہ مضامین کے ذریعے سے یا زبانی ہرگز ثابت نہیں کرسکتے کہ وہ ناکام ڈائرکٹروں کے خلاف کیوں لکھ رہے ہیں، کیوں کہ ناکام ڈائریکٹر خود اُن کے دوست ہیں جن کی حمایت میں وہ آئے دن ''موویز'' کے کالم بھرتے رہتے ہیں۔ وہ کیوں خوامخواہ ایک ایسی چیز پر قلم اٹھاتے ہیں جس میں وہ خود کو حق بجانب ثابت ہی نہیں کرسکتے۔ انڈسٹری کا درد اُن کے دل میں اُتنا ہی ہے جتنا کہ بابوراؤ پٹیل کے دل میں۔ یہ صاف باتیں ہیں اور پنڈت جی اِس سے انکار نہیں کرسکتے۔

درد مجھ ایسے آدمی کے دل میں ہوسکتا ہے جس کی زندگی کا سارا دارومدار صرف مشقت

پر ہے۔ میں محنت کرتا ہوں۔ سیاسی پہلوانی نہیں کرتا۔ پنڈت کرپارام بھی اور مسٹر نذیر دونوں سیاسی پہلوان ہیں۔ میری بات یاد رکھیے گا۔ ان دونوں میں ایک نہ ایک روز ضرور کشتی ہوگی...... میں اس اکھاڑے سے باہر ہوں اور کوشش کروں گا کہ ہمیشہ باہر ہی رہوں۔

آخر پنڈت جی مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟...... کیا میں محنت نہ کروں؟...... کیا میں بھیک مانگنا شروع کردوں۔ کیا میں دوسروں کے خلاف یوں ہی مضامین کا تانتا باندھ دوں۔ کیا میں لوگوں کی خوشامد شروع کردوں۔ کیا میں اپنے گلے میں غلامی کا طوق ڈال لوں؟...... کیا میں سارا دن ایک در سے دوسرے در تک پھرتا رہوں؟...... مجھے بتائیں تو سہی کہ میں کیا کروں؟

کرپارام جی کی ایک اور طفلانہ حرکت ملاحظہ ہو۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ میرے بہت قائل تھے۔ ایک صاحب سے جو کہ اپنی اسٹوری کا منظر نامہ لکھانا چاہتے تھے، آپ نے میری سفارش کی اور بہت سارو پیہ دلوانے کا وعدہ کیا مگر اب انہوں نے خلش صاحب سے کہا ہے ''منٹو کو اب میں کام نہیں دے رہا...... فلاں شخص کو دوں گا۔'' ...... بھئی پنڈت جی، آپ کسی کو بھی دیں مگر خلش صاحب کو یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جب مسٹر نذیر نے خلش صاحب کو اپنے پاس بلالیا تھا تو میں خوش ہوا تھا۔ اب اگر وہ یہ کام کسی اور کو دے دیں گے تو مجھے رنج نہیں ہوگا۔ البتہ رنج اس بات کا ہے کہ انہوں نے ایسی بات کہی۔

وہ مجھے روپے پیسوں میں کیوں تولتے ہیں؟...... مجھے ان سے اتنی محبت نہیں ہے جتنی کہ مجھے اس تخیل سے ہے جو کہ دوستی کے متعلق میرے دماغ میں موجود ہے۔ وہ جو چاہیں کریں، میرے رویے میں ہرگز ہرگز فرق نہیں آئے گا۔ میں اپنے آپ کو ذلیل بنانا نہیں چاہتا۔

ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر کرپارام جی کو کوئی بات ناگوار گزرتی ہے تو کیا کسی دوسرے کو نہیں گزر سکتی۔ اگر وہ کسی شے کو ناپسند کرنے پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتے ہیں تو کیا دوسرا نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی آدمی کے خلاف زہر اگل سکتے ہیں تو کیا دوسرا نہیں اُگل سکتا۔ اگر پنڈت جی خاص مصلحتوں کے پیش نظر کسی کو بانس پر چڑھا سکتے ہیں تو کیا دوسرا نہیں چڑھا سکتا...... کیا وہ مجھے بتا سکتے ہیں کہ ان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

میں نے اب تک ان کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے آپ کی نظروں سے گزرا ہوگا۔ بتایئے اس میں کیا برائی ہے۔ میں اُن کی کسی بات سے اختلاف نہیں رکھتا لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ خود محسوس کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں اخلاص پر مبنی نہیں ہے۔ یہی احساس ان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ میرے خلاف لوگوں سے کچھ کہیں اور اسی احساس نے انہیں مجبور کیا کہ وہ آپ کو خط لکھیں۔

وہ دنیا سے کسی قسم کا بھی سلوک کریں مجھے اُس کی پروا نہیں۔ وہ جانیں اور ان کا کام۔ لیکن میرے ساتھ انہیں امتیازی سلوک روا رکھنا ہوگا اس لیے کہ وہ اپنے منہ سے مجھے بیٹا کہہ چکے ہیں۔ میں بہت ضدی بچہ ہو گیا ہوں۔ طفل تسلیوں سے اب میں نہیں بہلوں گا۔ انہیں اپنے قصور ماننا ہوں گے تاکہ مجھے اطمینان نصیب ہو اور میرے اندر جو انقلاب کا طوفان پیدا ہو رہا ہے ٹھنڈا ہو جائے۔ ان کی بے رخی نے مجھے بہت دکھ پہنچایا ہے۔ بخدا بہت دکھ پہنچایا ہے۔ میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا میری اور ان کی دونوں کی حالت پر رحم کرے۔

کرپارام جی سے کہیے کہ وہ مجھ سے ملیں۔ اُن کی شان میں فرق نہیں آئے گا یا مجھ سے کہیں میں اُن سے ملاقات کروں، مگر ایسی جگہ جہاں دس پندرہ آدمی موجود ہوں تاکہ سب کے روبرو ہم باتیں کر سکیں۔

مجھے افسوس ہوا کہ آپ مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ دیکھیے میں یہاں کوشش کرتا ہوں۔ آپ کو دو ایک روز میں نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

آپ کی باقی باتوں کا جواب پھر لکھوں گا۔ میں اب زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ یہ خرافات لکھ کر میرا دماغ پریشان ہو گیا ہے۔ ایسا بے ربط خط شاید ہی میں نے کبھی لکھا ہو۔

اگر ہو سکے تو ''مجھے شکایت ہے'' کی تائید میں ایک مضمون ضرور لکھ کر بھیجیے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(۵۷)

۱۲- محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔ بمبئی
(ستمبر ۱۹۴۰ء)

برادر مکرم

میرا طول طویل خط جس میں نہ جانے کیا کیا کچھ لکھا گیا ہے آپ کو مل گیا ہوگا۔ اس خط کو بھول جائیے مگر یہ یاد رکھیے کہ میرا خیال بالکل درست تھا کہ نذیر صاحب اور کرپارام صاحب میں ایک روز ضرور چخ ہوگی۔ کل مجھے معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا ہے...... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کل رات کو رفیق صاحب کے مکان پر ہم دیر تک آپ کی باتیں کرتے رہے۔ آپ کا نیا افسانہ ''طلائی مہر'' میں نے پڑھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ رفیق نے اس کے کچھ حصے ڈاگا صاحب کو پڑھ کر سنائے۔ ہم سب سمندر کے پاس شام کے وقت بیٹھے بیئر پی رہے تھے اور ڈاگا صاحب آپ کا ایک شعر بار بار پڑھ رہے تھے۔ ڈاگا دولت مند ہے، اس کے پاس اتنی دولت ہے کہ ختم ہی نہیں ہوسکتی مگر حیرت ہے اس کا دل مٹی کا ہے۔ وہ آرٹسٹ ہے۔ واللہ بڑا پیارا انسان ہے۔ آپ اُسے چوم لیں گے۔

ڈاگا صاحب کی خواہش ہے کہ آپ بمبئی چلے آئیں۔ وہ آپ کو اپنے پاس رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ سوچ کیا رہے ہیں۔ بھئی میں مانتا ہوں کہ آپ کے ذمے بہت سے فرائض ہیں مگر حضرت آپ کو بھی تو کچھ کرنا ہے۔ آپ کب تک اپنے آپ کو قید رکھیں گے۔ کیا یہ مناسب ہے؟ ہندوستان میں نوکری ایک لعنت بن کے رہ گئی ہے۔ میں خود اس لعنت سے بری نہیں لیکن اب مجھ میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔

ہاں مجھے آپ سے یہ بھی کہنا تھا کہ میں ''غالب'' کے نام سے ایک فلمی کہانی لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ آپ شاعر ہیں، اگر آپ یہاں ہوتے تو مجھے کتنی مدد ملتی۔ میں نے ''غالب'' سے متعلق بہت سی کتابیں اکٹھی کر لی ہیں۔ اور کتابیں بھی جمع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کے پاس

کوئی ایسا رسالہ ہو جس میں غالب کی زندگی کے متعلق کوئی مضمون چھپا ہو تو مجھے فوراً بھیج دیجیے۔

کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک دو مہینے کے لیے اپنے آپ کو بیمار یا قریب المرگ ظاہر کر کے...... یہاں چلے آئیں۔

خدا کے لیے ضرور آیئے۔ زندگی میں انسان کو ہر روز موقعے نہیں ملتے۔ کل رات میری طبیعت اچانک طور پر خراب ہوگئی تھی۔ خیال تھا کہ ہیضہ ہوگیا ہے مگر خدا کا فضل رہا۔ اب ٹھیک ہوں۔

آپ یہ لکھیے ''بغیر عنوان کے'' کیسا ہے؟ اس کی دوسری قسط غور سے دیکھیے گا۔ تیسری قسط ابھی نہیں لکھی۔ کل لکھنا شروع کروں گا۔ میرا خیال ہے کہ یہ آٹھ دس قسطوں میں پھیلے گا۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔ عارف رو رہا ہے۔

اُس کی ماں چاہتی ہے کہ وہ پیشاب کرے مگر وہ کسی کے کہنے پر پیشاب کرنا پسند نہیں کرتا۔ اب چپ ہوگیا ہے۔

آپ کا بھائی
سعادت حسن منٹو

(۵۸)

۱۴- محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔ بمبئی
(ستمبر ۱۹۴۰ء)

برادر مکرم

آپ کا محبت نامہ ملا۔ کہانی میں سین یہ تھا کہ ہیرو، ہیروئن کو دریا سے نکال کر لاتا ہے اور اُسے ایک گیت سنا کر سلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس گیت میں اس کی محبت کی جھلک نظر آتی ہے اور بس......

گیت کے بول بالکل سادہ ہونے چاہییں۔ چڑیوں وڑیوں کا ذکر نہ ہونا چاہیے۔ میں شاعر نہیں، اسی لیے میں آپ کو ٹھیک طور پر سمجھا نہیں سکتا۔ میں نثر میں اس کو سلانے کے لیے کچھ اس طرح کہتا۔

WWW.KITAABISTAN.COM

نیند کی ایک پری اپنے ہلکے پھلکے پروں پر اڑتی آئے
اور تیری آنکھوں کے پیمانوں میں نیند کی شراب انڈیل دے
حسن جب سو جائے تو زیادہ حسین ہو جاتا ہے
تارے کرنوں کے سہارے چھم چھم کرتے نیچے اتر آئیں
چاند ڈھولک بجائے اور تو سو جائے
آنکھیں مند جائیں تو دل سیر کے لیے نکلتا ہے
تیری پلکوں پر شاعر کے سپنے سوئیں
مصور کی تمنائیں انگڑائیاں لیں
اور اسی طرح کی بکواس

براہ کرم آپ اسی قسم کا گیت لکھ کر فوراً روانہ فرمائیں۔ مجھے انتظار رہے گا۔

میں آج ڈاگا صاحب سے مل رہا ہوں۔ ان سے گفتگو کرنے کے بعد آپ کو مفصل خط لکھوں گا۔ میرا خیال ہے کہ بمبئی آپ کے لیے بہترین جگہ ہے آپ کو زندگی کے ہر دور سے گزرنا چاہیے۔ کیا آپ کو ملتان کی زندگی پسند ہے؟

امید ہے کہ آپ کے دوست اب بصحت ہونگے۔ آپ کے خط کا مجھے انتظار ہے۔

آپ نے ''بغیر عنوان کے'' کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ میں یہ خط دفتر سے لکھ رہا ہوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۵۹)

۱۲۔محمد جعفر ہاؤس

لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔بمبئی

(اکتوبر ۱۹۴۰ء)

برادر مکرم

آپ کا کارڈ دفتر سے واپسی پر ابھی ابھی ملا۔ افسوس ہوا کہ آپ بہت متفکر ہیں۔ آپ

کی پریشانی کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

میں نے بہت کوشش کی کہ کہیں سے کچھ روپے مل جائیں مگر نا کام رہا۔ میں چونکہ ایک مہینے سے بالکل فضول سی چیزیں لکھتا رہا ہوں اس لیے آمدن پر اس کا برا اثر ہوا ہے۔ کاش میں آپ کے آڑے وقت میں کام آ سکتا۔ میں خود آج کل مالی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ خرچ زیادہ ہے اور آمدن کم۔

میرے پہلے خطوط آپ کو مل گئے ہوں گے۔ ان کا جواب جلد عنایت فرمائیے گا۔ آپ کے مفصل خط کا مجھے انتظار رہے گا۔

میں آج کل ''غالب'' کا مطالعہ کر رہا ہوں اس پر ایک فلمی افسانہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں، مواد بہت کم ہے، بہر حال گزارہ ہو جائے گا۔

گیت بہت جلد بھیجئے۔ پریشانیاں ہمیشہ ساتھ چپکی رہیں گی، ان کی پرواہ نہ کیجئے اور اپنا کام کرتے چلے جائیے۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ عارف بھی اچھا ہے۔

آپ تھوڑے دنوں کے لیے یہاں کیوں نہیں چلے آتے۔ ایک ماہ کی چھٹی لے لیجئے کہہ دیجئے کہ لبوں پر جان ہے، بس مر رہا ہوں۔ آپ سے بہت باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۶۰)

۱۲۔محمد جعفر ہاؤس

لیڈی جمشید جی روڈ

ماہم۔بمبئی

(اکتوبر ۱۹۴۰ء)

برادر مکرم

اس سے پہلے آپ کو خط لکھ چکا ہوں۔ میں آج کل ''غالب'' پر فلمی افسانہ لکھنے کے

WWW.KITAABISTAN.COM

سلسلے میں بہت مصروف ہوں۔ خدا جانے کیا کیا خرافات پڑھ رہا ہوں۔ سب کتابیں منگوالی ہیں۔ کام کی ایک بھی نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے سوانح نگار سوانح لکھتے ہیں یا کہ لطیفے۔ بہر حال کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔

میں ابھی تک ڈاگا اور رفیق سے نہیں مل سکا۔ خدا جانے وہ کہاں رہتے ہیں؟۔ دفتر میں کوئی بھی نہیں آتا۔

آج اور کل یہاں بہت بارش ہوئی۔ اس طوفان بادوباراں نے ہزار ہا درخت گرا دیئے۔ چھجے اڑ گئے۔ ریلیں رک گئیں۔ موٹریں درختوں کے نیچے آگئیں۔ ایک اگن بوٹ کو ہوا کے زور نے پتھریلی دیوار کے ساتھ دے مارا۔ ابھی تک ہوا کا زور نہیں تھما۔ اللہ خیر کرے۔

آپ کے افسانے کا مجھے انتظار رہے گا۔

عارف اچھا ہے مگر میرے سینے میں سردی کے باعث درد شروع ہو گیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

کیا ''بغیر عنوان کے'' آپ باقاعدہ پڑھ رہے ہیں؟

آپ کا بھائی
سعادت حسن منٹو

(۶۱)

۱۲۔محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔ بمبئی
(اکتوبر ۱۹۴۰ء)

برادرِ مکرم

آپ کا طویل خط ملا۔ گانا بہت اچھا ہے۔ مجھے پسند آیا ہے۔ رفیق صاحب کے ہاں میں اُسی وقت آپ کا خط لے کر گیا مگر اُن سے ملاقات نہ ہو سکی۔ وہ سیلانی آدمی ہیں جانے کہاں چلے جاتے ہیں اور ڈاگا صاحب کی تو کچھ پوچھیے ہی نہیں۔ آٹھ روز سے دفتر نہیں آ

رہے۔ آج صبح ان کو گھر پر ٹیلی فون کیا تھا، چنانچہ انہوں نے دفتر میں چار بجے ملنے کا وعدہ کیا۔ میں وہاں پانچ بجے تک انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آئے۔

اُن سے ملاقات کی کوشش کر رہا ہوں، جونہی اس میں کامیاب ہو گیا آپ کو گیت کے بارے میں مفصل لکھوں گا۔

''اولاد'' میں نے پڑھا۔ افسانے کے بجائے اسے ایک تاثر کہنا چاہیے۔ میں نے اس کا عنوان بدل دیا ہے اور ''بچے'' رکھ دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو اس معمولی سی تبدیلی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ میں نے اسے کیوں بدلا ہے، اسکا جواب میں شاید آپ کو نہ دے سکوں، اس لیے کہ کسی خاص وجہ سے یہ تبدیلی ظہور میں نہیں آئی۔ اس افسانے میں بعض باتیں بہت اچھی ہیں، مثال کے طور پر اُس بھینگی عورت کے سر پر سے دوپٹے کا بار بار سرک جانا۔

تازہ ادبِ لطیف میں آپ کا فوٹو دیکھا۔ دہلی کی یاد تازہ ہو گئی۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ میرا فوٹو وہی ہے جو کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔

آپ کو یہاں لانے اور پھر آپ کے لیے کسی اچھی ملازمت کا بندوبست کرنے پر میں غور کر رہا ہوں۔ بہت جلد آپ کو نتیجے سے مطلع کروں گا۔

قصہ یہ ہے کہ میں ''غالب'' پر ایک فلمی افسانہ لکھنے والا ہوں۔ کچھ مواد میں نے جمع کر لیا ہے اور کچھ ابھی جمع کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ افسانہ دلچسپ ہو جائے گا۔ یہ بات اپنے تک ہی رکھیے گا۔

''بغیر عنوان کے'' میں آپ نے اُس فقرے کی داد نہیں دی بہت ظلم کیا ......

''ننھے سے سینے پر چھاتیوں کا ابھار ایسے تھا جیسے کسی مدھم راگ میں دو سُر غیر ارادی طور پر اونچے ہو جائیں۔'' کیا آپ نے اس کی باقی قسطیں پڑھی ہیں؟ اس ہفتے کی قسط یقیناً غور طلب ہے۔

خلش صاحب کو سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ میں ان کو اچھی طرح سمجھتا ہوں میں نے چالیس روپے آپ کے لیے نکال کر رکھے تھے مگر وہ آئے اور لے گئے میں انکار نہیں کر سکا۔ آجکل وہ یہاں بمبے میں شادی کرانے کی دھن میں مگن ہیں۔ خدا خیر کرے۔

عارف چیچک کا ٹیکہ لگوانے کے باعث بیمار ہے۔ میں جی رہا ہوں۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

آپ کا بھائی

سعادت حسن منٹو

(۶۲)

۱۲۔ محمد جعفر ہاؤس

لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔ بمبئی

(اکتوبر ۱۹۴۰ء)

برادرِ عزیز

آپ کا محبت نامہ بہت انتظار کے بعد ملا۔ پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں...... پریشانیاں تو ہوں گی۔ اب اس کا کیا کیا جائے۔ کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ میں نے انڈیا آرٹسٹس لمٹیڈ میں آپ کے لیے کوشش کی تھی مگر بات بنتی نظر نہیں آتی۔ وہ لوگ چند جھگڑوں میں الجھ گئے ہیں اور کام ہی شروع نہیں ہوتا اور ادھر ریڈیو میں بھی کچھ گڑبڑ پیدا ہو گئی ہے۔ ڈرامے کم کر دیئے گئے ہیں۔ خود میرا کوئی ڈرامہ دو ڈھائی مہینے سے براڈکاسٹ نہیں ہوا۔ ایک افراتفری سی پڑی ہوئی ہے۔

آپ کا ''پنگھٹ پر'' لے آؤں گا اور ''کارواں'' میں چھاپ دوں گا۔ ''قاضی جی کا فیصلہ'' براڈکاسٹ ہوگا مگر کہہ نہیں سکتا کہ کب۔ رفیق خدا معلوم کن الجھنوں میں گرفتار ہے کہ اُس کو ترتیب ہی نہیں دے رہا۔

یہ دَور بڑا طوفانی ہے۔ میں خود ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔ اللہ رحم کرے۔ یہ سُن کر بہت تشویش ہوئی کہ آپ شدید بخار میں مبتلا رہے۔ اپنی خیریت مزاج سے جلد مطلع فرمائیے۔

''بگولے'' کی قیمت وصول کرنے کا خیال بالکل درست ہے۔ یہ رائلٹی وائلٹی محض بکواس ہے۔ جب معاملہ طے ہو جائے تو مجھے ضرور لکھیے گا۔

واللہ آپ بہت یاد آتے ہیں۔ سادہ پانی چھوڑیئے۔ پگھلی ہوئی آگ پینا شروع

کیجئے۔ حقیقت کی طرف آیئے۔ شاہد لطیف کبھی کبھی ملتا ہے۔ دلچسپ چیز ہے۔ آج کل وہ فلمی کہانی کے لیے کوئی پلاٹ سوچ رہا ہے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے ''بغیر عنوان کے'' پسند کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا معلوم کب تک جاری رہے گا۔ اس ہفتے کی قسط قابل غور ہے، کئی لحاظ سے۔

میں نے ایک افسانہ ''خوشیا'' کے عنوان سے لکھ کر بیدی صاحب کو بھیجا ہے، دیکھئے چھاپتے ہیں یا نہیں۔ یہ بھی قابل غور ہے۔ ہمایوں میں ''تلون'' چھپ رہا ہے۔ ساقی میں ''کبوتروں والا سائیں'' شائع ہوگا۔

ایک اور افسانہ ''بانجھ'' کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس میں محبت پر بحث کی ہے۔ ایک خاص کیریکٹر پیش کیا ہے جس کو آپ پسند کریں گے۔

میری ''ادبی رنگینیاں'' تو ایک زمانے سے دنیوی، پتھروں کے نیچے دبی ہوئی ہیں۔ رنگینیاں نہ کہیے۔ یہ ضرورتیں ہیں۔ اشد ضرورتیں۔ رنگینیاں آپ ان کو نہیں کہہ سکتے۔

عارف اب اچھا ہے لیکن میری طبیعت کچھ دنوں سے خراب ہے۔ میں بے حد مصروف ہوں۔ غالب کی زندگی کے متعلق میں نے بہت سا مواد جمع کر لیا ہے اور افسانہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ دس مناظر لکھ چکا ہوں۔ جب نصف مکمل ہو جائے گا تو آپ کو مسودہ بھیج دوں گا۔ یہ کام مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔

شاہد احمد صاحب نے خط لکھا ہے کہ میں سالنامے کے لیے ان کو پنجاب کا دیہاتی افسانہ بھیجوں...... کیا لکھوں گا میں دیہات پر۔ بہر حال کوشش کروں گا۔

ڈاگا صاحب سے ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی اور نہ رفیق ہی ملا ہے۔ میں کل اُن کو پکڑنے کی کوشش کروں گا۔

صفیہ تسلیمات عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(٦٣)

١٢۔ محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ
ماہم۔ بمبئی
(نومبر ١٩٤٠ء)

برادرِ مکرّم

مجھے سخت افسوس ہے کہ میں آپ کے خطوط کا جواب وقت پر نہ دے سکا۔ پہلے تار بھیجنے کا شکریہ قبول فرمائیے۔ نہ ملنے پر بھی وہ مجھے مل گیا۔ میں دراصل بہت پریشان ہوں۔ چند روز سے انفلوئنزا میں گرفتار ہوں۔ بہت تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ کچھ کام نہیں ہوتا، لیکن کام کرنا ہی پڑتا ہے۔

آپ کی مالی مشکلات کا مجھے احساس ہے اور یہ احساس میرے دکھ میں اضافہ کر دیتا ہے۔ کیا کروں میں بہت مجبور ہوں۔ دو سو روپے میں نے کل ڈاکا سے بصد مشکل لیے اور دو دن میں خرچ ہو گئے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ روپیہ اتنی جلد غائب کیوں ہو جاتا ہے۔

ہاں دیکھیے میں نے آپ کے لیے بہت کوشش کی ہے مگر قصہ یہ ہے کہ ابھی تک انڈیا آرٹسٹس والوں نے پروڈکشن کا کوئی فیصلہ نہیں کیا ڈائریکٹروں کے درمیان جھگڑا چل رہا ہے۔ جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو جائے کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا اور ادھر بمبئی ریڈیو اسٹیشن نے ہندوستانی پروگرام کم کر دیئے ہیں۔ تین مہینے سے میرا کوئی ڈرامہ یہاں سے براڈ کاسٹ نہیں ہوا۔ دعا کیجئے کہ حالات بہتر ہو جائیں۔

آپ کا افسانہ مجھے پسند آیا۔ اب آپ صحیح راستے پر آ رہے ہیں۔

اس وقت بھی مجھے بخار ہے۔ بدن دُکھ رہا ہے۔ زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

''ساقی'' میں ''کبوتروں والا سائیں'' پڑھیے گا۔

''خوشیا'' کو آپ نے پسند کیا۔ ''دس روپے'' بھی آپ پسند کریں گے جو کہ ساقی کے سالنامے میں چھپ رہا ہے۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

عارف اب اچھا ہے۔

امید ہے کہ آپ اب بالکل ٹھیک ہوں گے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(٦٤)

١٢۔ محمد جعفر ہاؤس
لیڈی جمشید جی روڈ، ماہم۔ بمبئی
(دسمبر ١٩٤٠ء)

برادرِ مکرّم

اطلاعاً عرض ہے کہ میں یہاں دس دسمبر کر فرنٹیئر میل سے لاہور جا رہا ہوں لاہور میں میرا قیام صرف دو تین روز تک رہے گا۔ اگر آپ وہاں اس دوران میں تشریف لا سکیں تو ممنون ہوں گا۔ آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ مکتبہ اردو سے میرا پتہ آپ کو مل جائے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(٦٥)

٢۔ صدیق منزل، نکلسن روڈ۔ دہلی
(جنوری ١٩٤١ء)

برادرِ مکرّم

میں دہلی سے بول رہا ہوں۔

آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں ریڈیو میں نیم سرکاری ملازم ہو گیا ہوں اس لیے اس بات کی اطلاع دینے کی معذرت نہیں چاہتا البتہ اس امر کا مجھے واقعی افسوس ہے کہ آپ کے دو

WWW.KITAABISTAN.COM

خطوں کا جواب ابھی تک میرے ذمّے باقی ہے، لیکن اس کے لیے بھی عذر موجود ہے کہ میں نے اس دوران میں دو مرتبہ لاہور سے بمبے اور بمبے سے لاہور تک کا سفر کیا۔ دو بار دہلی بھی گیا اور پھر سارا وقت چیونٹیوں بھرا کباب بنا رہا۔

چونکہ میری صحت اکثر خراب رہتی تھی اس لیے میں نے بمبے چھوڑ دیا ہے اور اب یہاں ایک سو پچاس روپیہ ماہوار پر چلا آیا ہوں۔ آپ کو یہ سن کر تو ضرور خوشی ہوئی ہوگی کہ چند دنوں ہی میں میری صحت بہت اچھی ہوگئی ہے۔

میں سُنتا ہوں کہ آپ دہلی کے مشاعرے میں شامل ہو رہے ہیں۔ اگر یہ خبر سچ ہے تو دہلی میں میرے یہاں ٹھہریئے گا۔

آپ کا افسانہ ''سائے'' میں ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔ پڑھ کر اپنی رائے لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۶۶)

(اپریل ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

میرا عارف صرف دو دن بیمار رہ کر کل رات کے گیارہ بجے ارون ہسپتال میں مرگیا۔

آپ کا

سعادت حسن منٹو

(۶۷)

۹۔ حسن بلڈنگ، نکلسن روڈ۔ دہلی

(مئی ۱۹۴۱ء)

پیارے احمد ندیم

تمہارا خط اور تار مجھے مل گیا تھا۔ صدمے کے باعث میرے سینے میں اعصابی درد

شروع ہوگیا جو آٹھ دس روز تک مجھے سخت تنگ کرتا رہا۔ اب خدا کا فضل ہے۔

میں تمہاری ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ دہلی آکر میں خط و کتابت کا سلسلہ چند در چند پریشانیوں کے باعث جاری نہ رکھ سکا۔ اب انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ پہلے کی طرح باقاعدہ خط لکھتا رہوں۔

کیا آپ نے کوئی نیا افسانہ لکھا ہے؟

''اُلو کا پٹھا'' آپ نے پڑھا؟

جون کے ساقی میں ''ترقی پسند'' ضرور پڑھیے گا۔ آپ کو لطف آئے گا۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۶۸)

۹۔ حسن بلڈنگ

نکلسن روڈ۔ دہلی

(مئی ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ مل گیا تھا۔ اس دوران میں چونکہ بمبے اور امرتسر سے میری بہنیں یہاں آئی ہوئی تھیں اس لیے میں زیادہ مصروف رہا اور آپ کو حسبِ وعدہ خط جلدی نہ لکھ سکا۔ آج صبح بمبئی سے لطیف صاحب کا خط موصول ہوا کہ انہوں نے آپ کا ڈرامہ ''قاضی جی کا فیصلہ'' بک کر لیا ہے اور غلطی سے آپ کا نام دے دیا ہے۔ اب انہوں نے رائلٹی فارم میرے پاس بھیجا ہے کہ میں اُس پر کسی کے دستخط کرادوں تاکہ آپ کو روپیہ وصول ہو جائے مگر یہ اس صورت میں ناممکن ہے جبکہ آپ کا یہ اوپیرا آپ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ لہٰذا یہ رائلٹی فارم آپ کو بھیج رہا ہوں تاکہ مناسب کاروائی کریں۔

میرا خیال ہے کہ آپ اگر چپکے سے دستخط کردیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی اور آپ

WWW.KITAABISTAN.COM

کو روپیہ وصول ہو جائے گا یا آپ وہاں سے کسی اور دوست کے دستخط کرا کے یہ رائلٹی فارم بمبے بھیج دیں۔ چیک اے این قاسمی کے نام سے آجائے گا جو ملتان میں کیش ہو جائے گا۔

بہر حال آپ اس کے متعلق فوراً ہی کچھ کیجیے۔ اگر روپیہ وصول ہونے کی کوئی امید نہ ہو تو آپ خود ہی دستخط کر دیجیے اور تیس روپے کی فاتحہ پڑھ لیجیے گا۔

مجھے فوراً لکھیں کہ آپ نے اس بارے میں کیا کیا ہے تاکہ میں لطیف صاحب کو جواب دے سکوں۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں آپ کے افسانے پوری توجہ سے پڑھوں گا۔

"اُلو کا پٹھا" کی داد کا شکریہ۔ اب ادبِ لطیف میں "ڈرپوک" پڑھیے گا اور تازہ "ساقی" میں "ترقی پسند"۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۶۹)

برادر مکرّم

ابھی دفتر میں کرشن سے معلوم ہوا کہ رائلٹی کے لیے گورنمنٹ کے قیود نہیں رہتے۔ اس لیے آپ بے تکلف رائلٹی فارم پر دستخط کر کے بمبے بھیج دیجیے مگر فوراً۔ یعنی جس وقت آپ کو یہ خط ملے اسی وقت آپ رائلٹی فارم پر دستخط کر کے بمبے بھیج دیجیے۔ ساتھ ایک خط لکھ دیجیے گا جس پر اپنا ملتان کا پتہ تحریر کر دیجیے گا تاکہ چیک آپ کو وہیں مل جائے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۰)

۹۔ حسن بلڈنگ

نکلسن روڈ۔ دہلی

(جون ۱۹۴۱ء)

برادرِ ندیم

السلام علیکم۔ میں ان دنوں سخت پریشان رہا۔ اس لیے آپ کو خط نہ لکھ سکا اور یہ بھی نہ بتا سکا کہ آپ نے رائلٹی فارم دستخط کر کے بہت دیر سے بھیجا جس کے باعث آپ کا ڈرامہ شاید کینسل نہ ہو گیا ہو مگر اب بمبے سے لطیف صاحب کا خط آیا ہے جس میں انہوں نے یہ لکھ کر میری تسلی کر دی ہے کہ وہاں انتظام کر لیا گیا تھا۔ اب آپ اس سلسلے میں خاموش ہو جائیں۔ روپیہ آپ کو وہ بہت جلد منی آرڈر کر دیں گے۔ یہ اُن کی مہربانی ہے کہ انہوں نے آپ کی اجازت نہ پہنچنے پر کچھ انتظام کر کے ڈرامہ براڈ کاسٹ کر دیا۔

میں بیمار ہوں۔ سینے میں شدت کا درد ہے۔ اب کسی حکیم کے پاس جا رہا ہوں۔ اللہ اپنا فضل کرے۔

امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ خط لکھتے رہا کیجیے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۱)

دہلی

(جولائی ۱۹۴۱ء)

برادرِ عزیز

السلام علیکم۔ آپ کا محبت نامہ مل گیا تھا۔ افسوس کہ اس دوران میں میری طبیعت ناساز ہی رہی۔ پرسوں سے پھر شدت کا درد ہو رہا ہے۔ مالی حالت اس قدر خراب ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ یہاں کے سول سرجن کے زیرِ علاج ہوں۔ وہ کہتا ہے ہسپتال میں داخل ہو جاؤ مگر

WWW.KITAABISTAN.COM

ادھر چھٹیاں ملتی ہیں تو تنخواہ نہیں ملتی۔ عجب مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ ایک صرف کرشن کی ہمدردی مجھے یہاں میسر ہے مگر اکیلی ہمدردی کیا کرسکتی ہے۔

آپ کا خط ملتے ہی میں نے بمبے لکھ دیا تھا۔ وہاں سے آج جواب آیا ہے۔ انہوں نے پندرہ روپے بھیجے ہیں، باقی پندرہ وہ اگلے مہینے بھیجیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہاں بھی مشکلات پیدا ہوگئی ہوں گی۔ سوچتا ہوں یہ پندرہ روپے میں خرچ کرلوں اور آپ کو کچھ نہ بھیجوں۔ اگلے مہینے جب پندرہ آئیں تو اکٹھے تیس روانہ کردوں گا۔ کیا خیال ہے آپ کا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی مدد نہیں کرسکا۔ میں خوفناک طور پر مفلس ہو رہا ہوں۔ اس کا عملی ثبوت میں نے آپ کو دے دیا ہے۔

یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ آپ نے ''ڈرپوک'' پسند کیا۔ میں علالت کے باعث آپ کا کوئی تازہ افسانہ نہیں پڑھ سکا۔

صفیہ بمبے گئی ہوئی تھی، اب واپس آگئی ہے۔ آپ کو سلام لکھواتی ہے۔

خط لکھتے رہا کریں۔ یہ زندگی بہت مختصر ہے۔

جواب آل انڈیا ریڈیو کے پتے سے دیجئے۔ یہاں خط مجھے آسانی سے مل جاتے ہیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۲)

آل انڈیا ریڈیو، دہلی

(اگست ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

خط آپ کا ملا۔ ہمدردی کا بہت بہت شکریہ۔ دراصل مجھے دواؤں سے زیادہ ہمدردوں کی ضرورت ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔

میں ہسپتال میں ابھی تک داخل نہیں ہوسکا۔ کام اسی رفتار سے کر رہا ہوں۔ ہسپتال میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک مہینے بیکار رہوں گا اور ایک مہینہ بیکار رہنا میرے لیے

بہت مشکل ہے۔ دیکھئے خدا کیا اسباب پیدا کرتا ہے۔

درد بدستور موجود ہے۔ بہت دبلا ہوگیا ہوں۔ اللہ اپنا فضل کرے۔

صفیہ تندرست ہے، آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہے۔

آجکل میں خوب سوتا ہوں۔ دو بجے سوجاتا ہوں اور چھ بجے جاگتا ہوں۔ رات کو پھر گیارہ بجے سوتا ہوں اور صبح ساڑھے پانچ بجے بیدار ہوتا ہوں۔ آجکل مجھے نیند بہت آتی ہے۔

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۳)

(اردو ٹائپ میں)

۹۔ حسن بلڈنگ

نکلسن روڈ۔ دہلی

(اگست ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

آپ کے خط سے آپ کی علالت کا حال معلوم ہوا تھا۔ میں فوراً ہی آپ کی خیریت اس لیے دریافت نہ کرسکا کہ میں خود بہت بیمار تھا۔ انفلوئنزا ہوگیا ہے۔ ابھی تندرست نہیں ہوا۔

کل باتوں باتوں میں کرشن نے کہا کہ آپ چھٹی لے کر ''انگہ'' جانے والے ہیں، چنانچہ اس خط کے ذریعے سے آپ کی خیریت جاننا چاہتا ہوں۔ خدا کرے اب آپ اچھے ہوگئے ہوں، مجھے سخت تشویش ہے۔

اگر آپ قریب ہوتے تو کتنی اچھی بات تھی۔

براہ کرم اس خط کی رسید سے جلد مطلع فرمائیے۔

آپ کا بھائی

(دستخط) سعادت حسن منٹو

WWW.KITAABISTAN.COM

(۷۴)

۹۔ حسن بلڈنگ
نکلسن روڈ۔ دہلی

(اکتوبر ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

السلام علیکم۔ آپ کا تار وقت پر مل گیا تھا۔ تساہل کے باعث میں فوراً ہی اُس کے جواب سے آپ کو مطلع نہ کرسکا۔ آپ کی ہمدردی کا میں بہت ممنون ہوں۔ میری ذات سے آپ کو جس قدر دلچسپی ہے۔ اس سے آپ کی شرافت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔

میں اب رو بہ صحت ہوں۔ یہاں ایک آسٹرین ڈاکٹر سے علاج کرا رہا ہوں، درد کو افاقہ ہے، کمزوری بھی کسی حد تک دور ہوگئی ہے۔

امید ہے کہ اب آپ کی صحت بھی اچھی ہوگی۔ پچھلے دنوں مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ علیل ہیں اور اپنے گاؤں ''انگہ'' تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں سے شاید آپ نے مجھے خط بھی لکھا جس کا جواب میں نہ لکھ سکا۔ اُس کی معذرت اب چاہتا ہوں۔

کرشن نے جو آپ کے افسانوں کے مجموعے کا دیباچہ لکھا ہے، میں نے پڑھا ہے۔ مختصر ہے لیکن اچھا ہے۔ کرشن اب دیباچہ نگاری میں کافی مہارت حاصل کرگیا ہے۔

اور کوئی بات لکھنے کے قابل نہیں۔ پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں۔

بمبے والوں نے ابھی تک باقی روپے نہیں بھیجے۔ میں خود بھی قصوروار ہوں، امید ہے آپ مجھے معاف کردیں گے۔

اپنی خیریت سے آگاہ فرمائیے۔

آپ کا بھائی
سعادت حسن منٹو

(۷۵)

۹۔ حسن بلڈنگ، نکلسن روڈ۔ دہلی

(نومبر ۱۹۴۱ء)

برادرِ مکرم

آپ کا خط ملا اور تار ملا۔ قصہ یہ ہے کہ یہاں میں نے اور کرشن نے ایک فلم اسٹوری بیچی ہے۔ اُس کے گیت آپ کو لکھنے ہیں جس کا معاوضہ ہم سے آپ کو دو سو روپے مل جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ سے ریڈیو والے ایک OPERA لکھوانا چاہتے ہیں، اُس کا معاوضہ بھی آپ کو سو روپے مل جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ کے لیے ریڈیو اسٹیشن میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ امید ہے کامیابی ہوجائے گی۔ اب خدا کے لیے آپ زیادہ تفصیل میں نہ جائیے۔ میں بہت مصروف ہوں۔ مصروفیت کے علاوہ بیمار بھی ہوں۔ آپ فوراً چلے آئیے۔ روپے آپ کو یہاں مل جائیں گے۔ بے فکر رہیں۔

باقی ملاقات پر۔

جلدی چلے آئیے۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے پھر تار بھیجنا پڑے۔

کرشن سلام لکھواتا ہے۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

خاکسار
سعادت حسن منٹو

(۷۶)

۹۔ حسن بلڈنگ،
نکلسن روڈ۔ دہلی

(فروری ۱۹۴۲ء)

پیارے ندیم

آپ کے خط مل گئے تھے۔ میں علیل بھی تھا اور مصروف بھی۔ اس کے علاوہ بے شمار

WWW.KITAABISTAN.COM

مہمان آئے ہوئے تھے۔ اب صحت ٹھیک ہے لیکن مصروفیت ویسی کہ ویسی ہے۔

حامد علی صاحب کو میں نے اس لیے خط نہیں لکھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کیا لکھوں۔ انہوں نے چند باتیں اپنے خط میں ایسی لکھی ہیں جن کا جواب دینے کے لیے مجھے ایک پورا مضمون لکھنا پڑتا۔ میرے دل میں ان کی بے حد عزت ہے۔ میں ان کو اپنا بڑا بھائی ہی نہیں بلکہ مربی سمجھتا ہوں۔

''ہمایوں'' کے پرچے مجھے واقعی نہیں ملتے رہے۔ آپ اس کے گواہ ہیں۔ اس بارے میں انہیں شک نہیں کرنا چاہیے۔ میری ڈاک کا انتظام واقعی خراب ہے مگر اب کیا کیا جائے۔ کئی شکایتیں کر چکا ہوں مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں حامد علی خاں صاحب کو بہت جلد خط لکھوں گا اور سارے حالات سے انہیں باخبر کروں گا۔

آپ کو یہ سُن کر افسوس ہوگا کہ لالہ جی فلم نہیں بنا رہے۔ جنگ کی وجہ سے۔ میں نے کہانی ہزار کے بجائے پانچ سو میں انہی کے پاس بیچ دی ہے تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو۔ سو آپ کو مل گئے، سو کرشن کو، باقی تین سو مجھے۔ اب مزید روپے کی آپ توقع نہ رکھیے۔ کچھ اور سوچا جائے گا۔

میں ہمایوں کے لیے عنقریب کوئی افسانہ لکھوں گا۔ میں اپنے تمام افسانے ہمایوں کو دینے کے لیے تیار ہوں مگر افسوس ہے کہ وہ ایسے افسانے جو کہ آج کل میرے قلم سے نکل رہے ہیں نہیں چھاپیں گے۔

ابوسعید یہاں پروگرام اسسٹنٹ ہوگیا ہے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔

صفیہ آپ کو سلام عرض کرتی ہے۔

میرے لائق کوئی خدمت۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۷)

۹۔ حسن بلڈنگ
نکلسن روڈ۔ دہلی
(اپریل ۱۹۴۲ء)

بھائی ندیم

آپ سے کوئی غلطی یا ''گستاخی'' نہیں ہوئی۔ یہ سارا قصور میرے اضمحلال کا ہے کہ جو کئی دنوں سے مجھ پر طاری ہے۔ آجکل میں بہت سست ہو گیا ہوں۔ بمبے کی زندگی اور یہاں کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہاں میں دوست نما دشمنوں سے الگ تھلگ تھا۔ لیکن یہاں ایسے بے شمار لوگوں سے ملنا پڑتا ہے جس کے باعث کوفت ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے اس اضمحلال کا اور یہی باعث ہے آپ کو خط نہ لکھنے کا۔

آپ سے میں کبھی بدظن نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کبھی بدظن ہو بھی جاؤں تو اس سے آپ کو کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہوگا۔

مجھے معاف کر دیجیے کہ میری خاموشی سے آپ کو صدمہ ہوا۔ میں آپ کو نہیں بھول رہا۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں خود اپنے آپ کو بھولنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

یہاں سب خیریت سے ہیں۔ ابوسعید سلام عرض کرتا ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۷۸)

۹۔ حسن بلڈنگ
نکلسن روڈ۔ دہلی
(جولائی ۱۹۴۲ء)

جان من

میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ ناراض ہونا بھی چاہوں تو نہیں ہو سکتا۔ دراصل میں

WWW.KITAABISTAN.COM

بہت سست ہوگیا ہوں۔ تمہارے دونوں خط مجھے مل گئے تھے۔ ان کا جواب لکھنے کا کئی بار میں نے ارادہ کیا لیکن......

یہ دلّی بہت بری جگہ ہے، خدا کی قسم اس نے مجھ پر جمود طاری کر دیا ہے۔ بمبئی میں تھا تو کتنی جلدی خطوں کا جواب تمہیں مل جاتا تھا۔ یہاں خود تو خطوں کا جواب نہیں دیتا لیکن خطوں کا انتظار ضرور کرتا ہوں۔ آجکل میرے دماغ کی بہت بری حالت ہے۔ اللہ اپنا رحم کرے۔

تم میرے بھائی ہو۔ مجھے تم سے اگر بے پناہ محبت نہیں تو پیار ضرور ہے۔ تمہارے خلاف مجھے کون اُکسا سکتا ہے...... تم یہ وہم اپنے دل سے نکال دو اور میرے لیے دعا مانگو۔ صرف تمہاری دعا ہی سے میری یہ تساہل پسندی دور ہو سکتی ہے۔ خدا میری حالت پر رحم کرے۔ تم مجھے خط لکھتے رہا کرو۔ میں نے صفیہ سے کہہ دیا ہے کہ وہ مجھے ملامت کرتی رہا کرے۔

اُمید ہے تم بخیریت ہو گے۔

تمہارا بھائی

سعادت

(۷۹)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۴۲ء)

پیارے ندیم

دہلی میں تمہارا خط ملا تھا۔ میں جواب دیتا لیکن افرا تفری میں یہاں آنا پڑا۔ یہاں آتے ہی بیمار پڑ گیا۔ اب چھٹی پر ہوں۔ چھ دانت اب تک نکلوا چکا ہوں۔ سارا فساد ان دانتوں ہی کا تھا۔

ایک فلم ڈائریکٹر تم سے کچھ گیت لکھوانا چاہتے ہیں۔ براہِ کرم ذیل کے گیت لکھ کر بواپسی ڈاک روانہ کر دو۔

(۱) ایک دوگانہ۔ دیہاتی فضا ہو۔ بہت ہی خوبصورت ہو۔ شاعری اور جذبات بہت زیادہ ہوں کیونکہ شوکت صاحب ایسی چیزیں پسند کرتے ہیں۔ (اسی قسم کا ایک اور دوگانہ جو ایک ننھی سی لڑکی (پانچ چھ برس) اور ننھے سے لڑکے کے درمیان ہوگا۔ اس میں بچپن کے جذبات ہوں مگر عشق کی بُو بھی آئے۔ بڑے ہو کر وہ پہلا ڈوئٹ گائیں گے یعنی ہیرو اور ہیروئن)

(۲) ایک گیت اس وزن پر لکھ دیجئے۔

ندی کنارے گاگر لے کر جل بھرنے کو آئے
کیف کی بارش آنکھوں کے میخانے سے برسائے
قدم قدم پر پھول کی ڈالی بن کر لچکا کھائے
آنکھ کا جادو نیند کی دیوی کا جوبن شرمائے

یہ گیت عام فہم زبان میں ہو۔ ہندی کے الفاظ زیادہ استعمال نہ کیجئے گا کیونکہ کردار مسلمان ہیں۔

(۳) ایک غزل آسان زبان میں جس میں معشوق کی فریاد ہو۔ (اپنے عاشق کا وہ انتظار کر رہی ہوگی) یہ بہت جذباتی چیز ہو۔ یہ بھی لڑکی گائے گی۔

(۴) ایک غزل جس میں خوشی کے جذبات کا اظہار ہو۔ (یہ لڑکی گائے گی)

(۵) ایک گیت اس وزن پر لکھیے گا۔ پنجابی بول اس کے یہ ہیں:-

اجڑی ہوئی دنیا توں میری فیر وسادے۔ بگڑی نوں بنادے
ایس پاپ دی دنیا وچ وسنا نہیں ملدا
رونا نہیں مِلدا اکتے ہنسنا نہیں مِلدا
روندے ہوئے نیناں نوں میرے ہنساں سکھادے
دکھ درمٹادے مرے دکھ درد مٹادے...... بگڑی نوں بنادے

اس وزن پر یہ گیت لکھنا ہے۔ بول اُردو کے ہوں۔ زبان عام فہم، سلیس اور جذباتی ہو۔ اس سے زیادہ بے قراری اُس میں ہو۔

WWW.KITABISTAN.COM

جتنے اور گیت تمہارے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں، ان کی نقلیں فوراً روانہ کر دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔ وہ گیت جو تم نے پنجابی طرز پر دہلی میں لکھے تھے (بولیاں) وہ بھی روانہ کر دو۔

امید ہے تم خیریت سے ہو گے۔ میں ان تمام چیزوں کا بڑی بے صبری کے ساتھ انتظار کروں گا۔

تمہارا

سعادت

مکرر: شوکت صاحب زور دیتے ہیں کہ گیت اور غزلیں فوراً مل جانی چاہئیں کیونکہ یہاں کام شروع ہو چکا ہے۔

(۸۰)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(۵ نومبر ۱۹۴۲ء)

پیارے ندیم

تمہارا خط مل گیا تھا۔ نظمیں اور غزلیں بھی۔ افسوس ہے کہ میں رسید سے مطلع نہ کر سکا۔ گیت وغیرہ ڈائریکٹر کو پسند نہیں آئے۔ اس لیے کہ اُس کا مذاق ازحد پست ہے۔ خیر چھوڑو اس قصّے کو۔

میرے بمبے میں آنے کے متعلق تم نے ضرور کسی نہ کسی ذریعے سے ساری بات سن لی ہو گی اس لیے میں اسے دہرانا نہیں چاہتا۔

میں آٹھ دانت نکلوا چکا ہوں۔ چار لگوا لیے ہیں، ابھی چار لگوانے باقی ہیں۔

پچھلے دنوں سخت بیمار رہا۔ وہی درد تھا، پرانا۔ اب افاقہ ہے۔ اللہ رحم کرے۔

میں نے سنا ہے تم نوکری چھوڑ کر لاہور آ گئے ہو۔ چلو یہ بھی اچھا ہوا۔

میں یہاں ''مصوّر'' کا ماہنامہ (ساقی سائز) نکال رہا ہوں۔ یہ اپنی قسم کا واحد پرچہ ہو گا۔ پہلے شمارے کے لیے تمہارا مضمون چاہیے جو کسی فلمی موضوع پر ہو۔ اگر تم فلمی گیتوں پر کوئی تنقیدی مضمون لکھ سکو تو بہت ہی اچھا ہو۔ مضمون بڑا ہونا چاہیے۔

اس مضمون کے علاوہ مزاحیہ رنگ میں ایک نظم بھی ہو جو فلمی دنیا سے متعلق ہو۔ یہ دونوں

چیزیں مجھے بہت جلد مل جانی چاہئیں۔ تمہیں ان کا معاوضہ روانہ کر دیا جائے گا۔

اگر لاہور سے تم دو تین اچھے فلمی مضامین فراہم کر سکو تو بہت ہی ممنون ہوں گا۔

صفیہ سلام عرض کرتی ہے۔

خلش صاحب کا خط آیا تھا جس میں انہوں نے تمہارے افسانوں کی بہت تعریف کی ہے۔

اُمید ہے کہ تم اپنا مضمون اور نظم فوراً بھیجدوگے۔

تمہارا بھائی

سعادت

(۸۱)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(دسمبر ۱۹۴۲ء)

پیارے ندیم

تمہارا خط ملا۔ میں تمہیں مفصل خط پھر لکھوں گا کیونکہ اس وقت میں سخت مصروف ہوں۔ مجھے تمہارے سب گیتوں کی ضرورت ہے۔ مہربانی کر کے اپنے تمام گیت جو تمہیں یاد ہوں نقل کر کے فوراً بھیج دو۔ یہاں جو جو گیت استعمال کیا جائے گا اس کا حق الخدمت تمہیں روانہ کر دیا جائے گا۔

چند نئے گیت بھی چاہئیں۔ ان کے متعلق ہدایات دوسرے کاغذ پر مندرج ہیں۔

میں بخیریت ہوں۔

صفیہ بھی تندرست ہے۔

گیت فوراً مل جائیں تو عنایت ہو گی۔

مفصل خط گیت ملنے پر لکھوں گا۔

تمہارا

سعادت

WWW.KITAABISTAN.COM

غزل:۔

ایک پاگل ہے، وہ پھرتا پھرتا ایک چھوٹی سی بچی سے ملتا ہے۔ وہ اس سے گانے کے لیے کہتی ہے۔ یہ غزل پاگل اس کے کہنے پر گائے گا۔ اس میں وہ بتائے گا کہ وہ راستہ بھٹک گیا ہے۔ اسے منزل کا پتہ نہیں۔ اسی قسم کے دوسرے پریشان خیالات کا وہ اظہار کرے گا۔ پانچ چھ شعر کافی ہوں گے۔ غزل دردناک ہو۔ الفاظ نہایت آسان ہوں۔ وزن یہ ہو۔

جھوم رہی ہیں شوخیاں دیدہ نیم باز میں

گیت: (ڈوئٹ)

نئی دنیا کی تعمیر کے متعلق۔ اس میں عاشق و معشوق ایک نئی دنیا بنانے کا ارادہ ظاہر کریں گے۔ بہتر ہوگا اگر آپ یہ دوگانہ دو مختلف طرزوں میں لکھ کر بھیجیں۔

دوسرا ڈوئٹ:

عاشق و معشوق باغ میں ہیں۔ پھولوں کو دیکھتے ہیں، موسم کی خوشگواری محسوس کرتے ہیں اور دوگانے میں اس کا اظہار رومانی انداز میں کرتے ہیں۔

اس وزن پر یہ دوگانہ لکھا جائے کیونکہ طرز بن چکی ہے۔

ساون کی رُت بھائے سجنیا (پہلا مصرع یہی رہے)

ساون کی رُت بھائے

میری گلی میں پھول کھلے ہیں، کوئل شور مچائے

ایک ڈھولک کا گیت......شادی کے موقع پر جو لڑکیاں کورس کی شکل میں گائیں گی۔

(۸۲)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(فروری ۱۹۴۳ء)

پیارے ندیم

مجھے معاف کر دینا بھائی۔ میں سخت شرمندہ تھا اسی لیے خط نہ لکھ سکا۔ تمہارے گیت

منگوائے، مگر یہاں وہ صاحب ہی غائب ہو گئے جو لینا چاہتے تھے ناچار ''مصور''' میں چھاپنا پڑے۔ میری تقصیر معاف کر دینا۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ بخدا۔

یہاں ہر روز تمہاری باتیں ہوتی ہیں۔ صفیہ کہتی ہے کہ ندیم بھائی کو یہاں اپنے پاس بلا لو۔ میں بھی یہی سوچتا ہوں۔ شاہد لطیف اور عصمت بھی یہی چاہتی ہیں۔ میں نے تمہیں خط بلکہ تار بھیج دیا ہوتا مگر ادھر اس کمبخت گاندھی نے روزہ رکھ لیا اور یہ بات کھٹائی میں پڑ گئی۔

ہاں، تم یہ لکھو کہ لاہور میں تمہارے گذارے کی کیا صورت ہے۔ مجھے تمہاری بہت فکر رہتی ہے۔ خدا وہ دن جلد لائے جب ہم تم دونوں ایک جگہ رہ سکیں۔

ہاں بھائی۔ وہ تم نے ماہنامہ ''مصور'' کے لیے جو مضمون شروع کیا تھا بھیجا ہی نہیں۔ پہلا نمبر شائع ہونے میں بس اب کچھ دیر نہیں۔ خدا کے واسطے اپنا مضمون جو کہ شاید گیتوں پر تھا اپنی چند تازہ غزلوں اور نظموں کے ہمراہ فوراً بھیج دو اور مجھے ممنون کرو۔ تمہارے مضمون اور تمہاری غزل کے بغیر پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ اس نمبر میں تم اپنے تمام دوستوں کو پاؤ گے۔

نذیر صاحب آداب عرض کرتے ہیں۔

مضمون اور غزلیں جلد بھیجو۔

صفیہ سلام لکھواتی ہے۔

تمہارا بھائی

سعادت

(۸۳)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(اپریل ۱۹۴۳ء)

پیارے ندیم

آپ کا خط اُن دنوں ملا جب کہ صفیہ شدید قسم کے بخار میں مبتلا تھی۔ درجہ حرارت ایک سو چھ تک پہنچ جاتا تھا۔ دس پندرہ روز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب خدا کا فضل ہے۔ بخار

WWW.KITAABISTAN.COM

بالکل دور ہو گیا ہے۔

آپ نے خط بھیجنے میں اتنی تاخیر کی کہ میرے دل میں عجیب عجیب قسم کے شکوک پیدا ہو رہے تھے۔ آپ کا خط ملا تو اطمینان ہوا کہ آپ مجھے بھولے نہیں اور آپ مجھ سے بدستور ویسی ہی محبت کرتے ہیں۔ اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

مصور میں اب کوئی دم نہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ اسے پڑھیں، البتہ ماہنامہ نمبر جو ابھی تک نہیں چھپا آپ کو بھجوا دوں گا۔

آپ یہاں کیوں نہیں آجاتے۔ مصیبت یہ ہے کہ آپ لاہور میں ہیں، میں اتنی دور بیٹھ کر آپ کی بطریق احسن کیسے خدمت کرسکتا ہوں۔ اگر آپ یہاں ہوتے تو بہت کچھ ہوسکتا تھا۔

میں دو کہانیاں لکھ رہا ہوں۔ ایک تو غالب کی سوانح حیات ہے، دوسری ایک ذلیل قسم کی کہانی ہے۔ اس کہانی کے لیے مجھے گیتوں کی ضرورت ہے، لیکن پھر فاصلہ آڑے آتا ہے۔ بہر حال آپ کو اس کہانی کے پہلے مناظر بھیج رہا ہوں۔ اس میں ٹائپ کی بے شمار غلطیاں ہیں ان کو آپ نظر انداز کر دیجیے گا۔ اور جہاں جہاں گیتوں کی ضرورت ہے وہ گیت لکھ کر بہت جلد مجھے روانہ کر دیجیے گا۔ بہت جلد۔ اور ساتھ ہی یہ مناظر بھی بذریعہ رجسٹری واپس کر دیجیے گا۔

پہلا گیت جو سائیکل پر گایا جائے گا۔ ساون کے نظارے...... کی قسم کا ہو۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ یہ گیت بہت عمدہ لکھیں گے۔

دوسرا گیت جو اپاہج لڑکی گائے گی بہت ہی دردناک ہونا چاہیے۔ کیونکہ آگے چل کر اسکو دہرانا ہے۔

خدا کے لیے یہ گیت لکھ کر جلدی روانہ کر دیجیے گا تاکہ میں یہاں کوئی فراڈ کرسکوں۔

مجھے آپ کے خط کا انتظار رہے گا۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

آپ کا بھائی

سعادت

(۸۴)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(مئی ۱۹۴۳ء)

ندیم بھیا

آپ کا محبت نامہ ملا۔ مجھے آپ کے خلوص پر نہ پہلے کبھی شک تھا اور نہ اب ہے اگر میرے دل میں ذرا برابر میل بھی آپ کی طرف سے موجود ہوتا تو مجھ سے پہلے آپ کو شاید اس کا علم ہو جاتا۔ میرے دل کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور نہ میں کسی بات کو چھپانا چاہتا ہوں۔

چند روز ہوئے جبکہ صفیہ بستر علالت پر پڑی تھی، دیوندر ستیارتھی کا ٹیلی فون آیا۔ میں نے اس کو گالیاں دیں۔ میرے دل میں اس کے متعلق جو خیالات بھی تھے ان کا اظہار کر دیا اور اُس سے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ میں تم سے ملنا نہیں چاہتا۔ اُس نے اُس کے بعد کمال ڈھٹائی سے دو تین مرتبہ پھر فون کیا لیکن میں نے اپنا ارادہ تبدیل نہ کیا بلکہ اُس کی اس ڈھٹائی نے مجھے اور متنفر کر دیا۔ اگر وہ جواب میں مجھے گالیاں دیتا اور اس حملے کا جواب دیتا جو میں نے اس پر کیا تھا تو بہت ممکن ہے میں خود اس کے پاس جا کر اپنے یہاں مہمان ٹھہرا لیتا۔ صفیہ نے فون پر میری یہ تمام باتیں سنیں، مجھے برا بھلا کہا لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں دل میں نفرت رکھتے ہوئے زبان پر پیار محبت کے الفاظ نہیں لا سکتا۔

یہ واقعہ میں نے اس لیے بیان کیا کہ اگر مجھے آپ سے کوئی شکایت ہوتی تو میں نے بے کھٹکے اس کا اظہار کر دیا ہوتا۔

بات یہ ہے کہ اب میری دماغی حالت میں بہت تغیر واقع ہو گیا ہے سینکڑوں چیزیں بیک وقت سوچنے سے میں افراتفری کے عالم میں رہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ اس دوران میں میں کوئی قابل قدر چیز نہیں لکھ سکا۔

بہت زیادہ شراب پینے لگا ہوں۔ اس لیے نہیں کہ کچھ لکھوں۔ پی کر میں لکھ ہی نہیں سکتا۔ دراصل میں اپنے اندر وہ بات ڈھونڈ رہا ہوں جو مجھے کرنا ہے۔ اگر مجھے یہی کچھ کرنا ہے جو میں اب تک کر چکا ہوں تو یہ کچھ بھی نہیں یعنی کوئی بڑا کارنامہ نہیں۔ اگر مجھے ایسے ہی افسانے

WWW.KITABISTAN.COM

لکھنا ہیں، تو پھر میں ایک خاص لائحہ عمل مرتب کروں گا اور اس کے مطابق کام کروں گا۔ زیادہ مغز دردی کی کیا ضرورت ہے۔

مگر چھوڑیے اس قصے کو۔

آپ گانے جلد از جلد بھیجیے۔ میں نے آپ کے لیے ہمیشہ کوشش کی ہے اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔ مصیبت یہ ہے کہ میری کوششوں میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی چیز حائل ہوتی رہی ہے۔ خدا کرے کہ اب نہ ہو۔

کہانی کے چند مناظر اور بھیج رہا ہوں۔ اس میں ٹائپ کی بے شمار غلطیاں ہیں مگر آپ فوراً سمجھ لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ ان میں ایک گیت کی ضرورت ہے۔ وہ آپ لکھ دیں۔

یہ گیت بھی خاص طور پر اچھا ہونا چاہیے۔ آپ منظر کو ایک دو بار پڑھیں اور غور کریں تو آپ مطلب کی چیز لکھ سکیں گے۔ سوال و جواب جذباتی قسم کے ہوں جو SITUATION کے ساتھ چسپاں ہو جائیں۔ یاد رکھیے کہ چمپا ایک لولی لنگڑی عورت ہے اس کو سہارے کی ضرورت ہے لیکن یہ خطرہ بھی لاحق ہے کہ ممکن ہے یہ سہارا جواب دے جائے اور وہ اور زیادہ گہرائیوں میں غرق ہو جائے۔ محبت میں ٹھوکر کھا کر جسم کے ساتھ اس کی روح بھی مفلوج ہو جائے...... دوسری طرف شنکر کو یقین دلانا چاہیے کہ وہ ایماندار آدمی ہے۔ یہ مضمون آسان اور جذباتی لفظوں میں اگر آپ نے باندھ دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ فلمی گیت لکھنے کا گُر پا گئے۔

صفیہ آپ کے خلوص کی بہت شکر گزار ہے۔ اب اس کی طبیعت اچھی ہے۔ سلام عرض کرتی ہے۔

جونہی مصوّر کا ماہنامہ چھپا میں آپ کو نئے پتے سے بھیج دوں گا۔ امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

کرشن چندر مستعفی ہو کر یہاں بمبے آیا تھا۔ دو روز رہ کر پونا چلا گیا۔ جہاں وہ ایک فلم کمپنی میں ملازم ہو گیا ہے۔

آپ کا رجسٹرڈ لفافہ مل گیا ہے۔ گیتوں اور کہانی کے متعلق پھر لکھوں گا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۸۵)

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۴۳ء)

پیارے ندیم

تم اپنے دل میں خدا جانے کیا سمجھتے ہو گے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ عرصہ سے بہت ہی سست ہو گیا ہوں۔ کئی بار دل چاہا ہے کہ تمہیں خط لکھوں، بہت ہی مفصل خط لکھوں مگر لکھنے سے طبیعت اچاٹ سی ہو گئی ہے۔ جانے کیوں؟

تمہارے اخلاص پر مجھے ناز ہے میری جان۔ خدا کے لیے دل میں کبھی اس خیال کو جگہ نہ دینا کہ میں تمہیں بھول گیا ہوں۔ تمہاری یاد سے میرا دل ہمیشہ لبریز رہتا ہے۔ اور میں ہمیشہ ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہوں کہ ہم تم اکٹھے رہ سکیں۔

تمہاری علالت بہت افسوسناک ہے مگر یہ اور بھی زیادہ افسوسناک بات ہے کہ میں اب کسی کی علالت کے دکھ کو محسوس نہیں کر سکتا۔ شاید اس لیے کہ میں خود جسمانی اور روحانی طور پر علیل رہتا ہوں۔ اللہ میرے حال پر رحم کرے۔

میں اس کوشش میں ہوں کہ تمہیں یہاں بلا لوں۔ دعا کرو کہ میں اس کوشش میں کامیاب ہو جاؤں۔

شاہد لطیف نے تمہاری علالت کا سنا تو اُسے بہت دکھ ہوا۔ وہ تمہیں سلام لکھواتا ہے اور تمہاری صحت کے لیے دعا کرتا ہے۔

صفیہ پچھلے دنوں بہت بیمار رہی ہے مگر اب خدا کے فضل سے بصحت ہے۔ تمہیں سلام عرض کرتی ہے۔

میں آج کل ''فلمستان'' میں نوکر ہوں جہاں شاہد لطیف ملازم ہے۔ صبح ساڑھے دس بجے جاتا ہوں اور رات کو گیارہ بارہ بجے لوٹتا ہوں۔ عجب زندگی ہے۔

''پھول'' اخبار میں تم کیا کرتے ہو۔ اُسے چھوڑو اور یہاں چلے آؤ۔ مجھے امید ہے کہ تم

WWW.KITAABISTAN.COM

یہاں لاہور سے زیادہ کما لیا کرو گے۔ افسوس تو یہ ہے کہ تم نے آج تک میری نہیں مانی۔

میری صحت اچھی تو نہیں لیکن ٹھیک ہے، یعنی سینے کا درد اب کچھ عرصے سے نہیں ہو رہا۔ امید ہے کہ تم اب بخیریت ہو گے۔ اپنی صحت سے فوراً مطلع کرو۔

ہمیشہ تمہارا

سعادت حسن منٹو

(۸۶)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(مارچ ۱۹۴۴ء)

پیارے ندیم

مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس دوران میں آپ کے کئی خط ملنے پر بھی میں نے آپ کو یاد نہ کیا۔ اسکی وجہ صرف میری بڑھی ہوئی پریشانیاں تھیں۔ اب کئی دنوں سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کو یہ سطور لکھوں چنانچہ اب موقع ملا ہے۔

''فلمستان'' ایک بہت اچھا فلمی ادارہ ہے۔ اس میں آپ کے لیے جگہ پیدا کر لی گئی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے فلم لائن میں آنے کی خواہش ظاہر کی تھی، اگر یہ خواہش ابھی تک آپ کے دل میں موجود ہے تو آپ فوراً چلے آئیے۔ دوسرے فلم کا کام شروع ہونے والا ہے، اگر آپ جلدی سے چلے آئے تو آپ کے لیے اچھا ہے کیونکہ شروع سے لیکر آخر تک آپ فلم کے سارے عواقب وعواطف سے آشنا ہو جائیں گے۔

ڈھائی سو روپے ماہوار آپ کو تنخواہ مل جائے گی۔ ترقی بھی ملتی رہے گی براہ کرم مجھے بواپسی ڈاک اپنے ارادے سے مطلع فرمائیے۔

چوہدری صاحب مجھے اتنے دنوں غلط پتے سے خط لکھتے رہے۔ اب اُن کا ایک خط پہنچا ہے جس کا جواب کل یا پرسوں لکھوں گا۔ حیرت ہے کہ مجھے کتابیں ابھی تک نہیں ملیں حالانکہ وہ خط میں لکھتے ہیں کہ مطلوبہ کتابیں روانہ کی جا رہی ہیں۔

''ادب لطیف'' کا سالنامہ ملا۔ بہت اچھا ہے۔

اختر حسین رائے پوری کا افسانہ پڑھ کر افسوس ہوا۔ ''محبت اور نفرت'' کا مصنف ایسی پوچ چیز لکھے!!

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

صفیہ سلام عرض کرتی ہے۔

آپ کا

سعادت

(۸۷)

فلمستان لمیٹیڈ

بمبئی

(اکتوبر ۱۹۴۵ء)

پیارے ندیم

میں سخت شرمندہ ہوں کہ آپ تو مجھ سے اتنی محبت کریں اور میں آپ کے خطوں کا جواب بھی نہ دے سکوں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا عذر پیش کروں۔ سوائے اسکے کہ میں بے حد سست اور کاہل ہو گیا ہوں۔

جس روز آپ کے دوست چٹھی لے کر میرے پاس آئے میں اپنے مقدمے کی پریشانیوں میں غرق تھا۔ یہ کمبخت ہیرا لال نہایت ہی واہیات انسان ہے۔ اُس نے مقدمہ میں ذرہ برابر دلچسپی نہیں لی۔ نتیجہ یہ ہے کہ صفائی کا گواہ پیش نہیں ہوا اور فیصلے کی تاریخ مقرر ہو گئی ہے۔ ۲۲ / اکتوبر کو حاضر عدالت ہونا تھا مگر میں بیمار ہوں۔ نومبر کے وسط میں اگر کوئی تاریخ مل گئی تو چلا جاؤں گا۔ میرا پروگرام یہی ہے کہ لاہور پہنچ کر آپ سے ملوں، کیونکہ آپ کے دوست کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ نومبر میں لاہور آنے والے ہیں۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اب پہلے سے آپ کی صحت بہتر ہے۔ خدا آپ کو تندرست رکھے۔ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیا ہو گیا ہے۔ خط لکھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں بیکار کی

جسمانی مشقت کر رہا ہوں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آدمی لکھے بغیر اپنے خیالات دوسرے تک پہنچا سکتا۔

لاہور آ کر آپ سے مفصل باتیں ہوں گی اور وہیں بیٹھ کر مستقبل کے متعلق کوئی پروگرام بھی سوچیں گے۔ اصل میں اس ایٹم بم نے میری زندگی کو بہت صدمہ پہنچایا ہے۔ ایسا لگتا ہے ہر شے فضول ہے۔ مستقبل کے متعلق کیا سوچیں گے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ حال اور مستقبل اب بالکل بے معنی سے ہو کر رہ گئے ہیں۔ بہر حال دیکھیے ہم کیا سوچتے ہیں۔

میں نے ابھی تک کوئی نئی چیز نہیں لکھی۔ ارادہ ہے کہ ساقی کے لیے ایک افسانہ لکھوں۔

صفیہ مجھ سے سخت ناراض ہے کہ میں نے اتنی دیر آپ کو خط نہیں لکھا۔ یہ خط میں اسی کے اصرار پر لکھ رہا ہوں۔ پوسٹ کرنے کا ذمہ اُس نے لیا ہے۔

خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کے اخلاص کی مجھے ہمیشہ ضرورت رہے گی۔

آپ کا بھائی

سعادت

(۸۸)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(ستمبر ۱۹۴۶ء)

پیارے ندیم

پرسوں صفیہ کے نام آپ کا تار ملا مجھے سخت شرمندگی ہے کہ میں اتنا عرصہ خاموش رہا اور آپ کو ایک خط بھی نہ لکھ سکا۔ اس کا باعث کچھ تو تساہل ہے جو بالکل CHRONIC ہو چکا ہے اور کچھ مصروفیت بھی تھی۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ نو جولائی کو خداوند تعالیٰ نے ہمیں ایک ننھی سی بچی عطا فرمائی ہے میں نے اس کا نام نکہت رکھا ہے۔ امید ہے آپ پسند کریں گے۔

میں نے کئی دفعہ آپ سے کہا مگر خدا معلوم آپ بمبے کیوں نہیں آتے...... اب آپ کی صحت کیسی ہے۔ میرا خیال ہے انگہ کی آب و ہوا ضرور آپ کو راس آئی ہوگی۔

میں انشاء اللہ اب آپ سے باقاعدہ خط و کتابت کرتا رہوں گا۔ آپ کو اب شکایت کا موقعہ نہیں ملے گا۔

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔

آپ کا

سعادت

(۸۹)

۱۷۔اڈلفی چیمبرز

کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸

(جولائی ۱۹۴۷ء)

پیارے ندیم

آپ کا شکایت نامہ ملا۔ میں نے ''سویرا'' کے لیے افسانہ نہیں بھیجا تھا اس لیے کہ ایک غیر مطبوعہ افسانہ بعنوان ''بدتمیز'' چوہدری نذیر احمد کے پاس ابھی تک پڑا ہوا ہے۔ آپ اسے چھاپتے کیوں نہیں۔

بہر حال آپ کے ارشاد پر ایک نیا افسانہ ''پڑھیے کلمہ'' بھیج رہا ہوں۔ امید ہے آپ پسند کریں گے۔ ایک افسانہ ''چغد'' ''ساقی'' کو بھیجا ہے۔

''سوراج کے لیے'' کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ کتابت کی بے شمار غلطیاں اس میں رہ گئی ہیں۔ لعنت کا تیاں دیکھنے والوں پر۔

صفیہ بخیریت ہے۔ نکہت کل خدا کے فضل سے ایک برس کی ہوئی ہے اُس کی صحت اتنی اچھی نہیں اس لیے کہ دانت نکال رہی ہے۔

امید ہے آپ پشاور میں خوش ہوں گے۔ یہاں ساری فلم انڈسٹری کی حالت قابل رحم ہے۔

اقبال کو میرا سلام دے دیجیے گا۔

آپ کا

سعادت

WWW.KITAABISTAN.COM

(۹۰)

۱۸۔ آکسفورڈ چیمبرز
کلیئر روڈ۔ بمبئی ۸
(فروری ۷ ۱۹۴ء)

پیارے ندیم

جو شکایت آپ نے کی ہے وہی صفیہ نے آج سے پندرہ روز پہلے (جب میں نے "تازہ اور طویل اور محبت بھرے خط" لکھے تھے) کی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ نے کبھی ایسے دلچسپ خط مجھے نہیں لکھے۔ میں نے جواب دیا تھا "جن سے مجھے حقیقی لگاؤ ہوا نہیں میں خط ہی نہیں لکھ سکتا، اگر لکھتا ہوں تو وہ بقول تمہارے رائٹر کی خبریں ہوتے ہیں۔"

کیا میں آپ کو بھی یہی جواب دوں؟

ویسے میں سخت نادم ہوں۔ مجھے آپ ایسے خلیق اور پر خلوص دوست کو باقاعدہ خط لکھنا چاہیے۔ میں قصوروار ہوں...... لیکن کیا قصوروار ہو کر بھی آدمی ایک قسم کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ اگر آپ مجھے اس لطف...... اس...... اس...... قصور آلود لذّت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں تو لیجیے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اب سے باقاعدہ خط و کتابت جاری رکھوں گا...... مگر پھر آپ یہ نہ کہیے گا کیا رائٹر کی خبریں موصول ہو رہی ہیں۔

مکتبہ اردو، مکتبہ جدید اور اب یہ نیا ادارہ کا کیا گورکھ دھندا ہے۔ ابھی کل مجھے گوپال متل کا خط ملا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی "ادب لطیف" کا ایڈیٹر ہے۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے مفتی اور فکر کے خط ملے تھے کہ "سویرا" یا "نیا سویرا" کے لیے کچھ لکھو۔ بعد میں یہ دونوں "فلم کی ماں" بن کر پیش ہوئے۔ یعنی "فلمان" کے ایڈیٹروں کی صورت میں...... کچھ سمجھ میں نہیں آتا، لاہور میں کیا ہو رہا ہے۔

سنا تھا کہ...... اور...... ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ غیر مصدقہ اطلاع یہ تھی کہ...... نے...... کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کی تیاری کر لی ہے۔ آپ لکھیے کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ گنہگار ہے...... مجھے گناہگاروں سے زیادہ ہمدردی ہے...... آپ

چونکہ بالکل بے گناہ ہیں اس لیے میں آپ کی کوئی سفارش سننے کے لیے تیار نہیں۔

یہاں فلمستان والوں سے میں قریب قریب ناراض ہو چکا ہوں۔ لاہور میں ایک فلم ساز مجھے ایک ہزار روپیہ ماہوار دینے کے لیے تیار ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ چلا جاؤں۔ فکر اور مفتی کو میں نے اسی سلسلے میں محبت بھرے طویل اور تازہ (تازہ پہلے، طویل درمیان میں اور محبت بھرے آخر میں...... معاف کیجیے گا!) خط لکھے تھے۔

"آٹھ دن" کی تعریف کا شکریہ۔ یہ پہلا فلم ہے جس کی میں نے کئی آدمیوں سے تعریف سنی ہے۔ خدا کرے کہ میرا آئندہ فلم اس سے اچھا ثابت ہو۔ اگر آپ نے اس فلم کے بارے میں ذرا تفصیل سے اپنی رائے قلمبند کی ہوتی تو میں زیادہ مستفید ہو سکتا۔

مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ آل انڈیا ریڈیو پشاور میں ہیں۔ تنخواہ کچھ اتنی زیادہ تو نہیں لیکن گزارے کے لیے ٹھیک ہے۔ خدا آپ کو ترقی دے۔

آپ خفا ضرور ہوں گے، مگر میں ابھی تک آپ کی بھیجی ہوئی کتاب "آبلے" نہیں پڑھ سکا۔ انتساب کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہے؟

افسانے کے متعلق عرض ہے کہ ابھی نامکمل ہے...... ان دنوں دماغ عجیب حالت میں ہے۔ کوئی کہتا ہے یہیں رہو، کوئی کہتا ہے نہیں لاہور چلے آؤ، ایک صاحب ہیں وہ فرماتے ہیں تم کہیں بھی جاؤ لیکن تمہیں میرے لیے پھر واپس بمبئی آنا ہی پڑے گا...... ایک طرف یہاں مکان چھوڑنے اور سارا فرنیچر بیچنے کا سوال درپیش ہے، دوسری طرف لاہور میں رہائش کے بندوبست کا مسئلہ۔ خدا کے لیے مجھے معاف کیجیے۔ میں لاہور آ گیا تو ہر مہینے آپ کو ایک افسانہ دے دیا کروں گا۔ میرے دماغ کی جیبیں ابھی خالی نہیں ہوئیں۔

صفیہ اور نگہت دونوں خدا کے فضل سے تندرست ہیں۔ نگہت کا فوٹو آپ کو ضرور روانہ کروں گا...... پیاری بچی ہے۔

پشاور ریڈیو نے میرا ایک ڈرامہ "جرم و سزا" عرصہ ہوا براڈ کاسٹ کیا تھا۔ دو تین خط لکھ چکا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اسکی رائلٹی کیوں ادا نہیں کرتے۔

WWW.KITAABISTAN.COM

صفیہ آداب عرض کرتی ہے۔ پشاور ریڈیو میں اگر کوئی دوست دشمن ہو تو اسے میرا اسلام کہہ دیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

آپ کا

سعادت حسن منٹو

(۹۱)

۱۸۔آکسفورڈ چیمبرز

کلیئر روڈ

بمبئی ۸

(فروری ۱۹۴۷ء)

پیارے ندیم

اس سے پہلے ایک خط روانہ کر چکا ہوں۔ ابھی ابھی فوٹو گرافر سے نگہت کی تصویریں چھپ کر آئیں۔ ایک آپ کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔

آپ کا

سعادت حسن منٹو

(۹۲)

۳۱۔لکشمی مینشن

دی مال۔ لاہور

(فروری ۱۹۴۸ء)

پیارے ندیم

مجھے افسوس ہے کہ وعدہ کر کے آپ تشریف نہ لائے۔ بہر حال میں خود ایک کام سے اپنے ایک عزیز دوست کے ساتھ پشاور آرہا ہوں۔ انشا اللہ خوب باتیں ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ تین چار روز تک آپ ہی کے پاس قیام رہے گا۔

صفیہ سلام لکھواتی ہے۔ نگہت ماشا اللہ بصحت ہے۔

آپ کا

سعادت

(۹۳)

عبدالوحید کے نام

بخدمت محترمی عبدالوحید صاحب

علاوہ برایں معروض خدمت کہ فی الحال میرے پاس کوئی فوٹو موجود نہیں ہے۔ میں آج کل بمبئی کے ایک فلمی ادارے 'فلمستان' میں معقول مشاہرے پر ملازم ہوں اگرچہ دل کو اطمینان نہیں۔

مصروفیتوں کے مدنظر جلد تر تصویر نہ بھیج سکوں گا۔ لہٰذا فی الحال معذرت خواہ ہوں۔

نیاز مآل

سعادت حسن منٹو

(۹۴)

محمد طفیل (مدیر ''نقوش'') کے نام

مکرمی طفیل صاحب

السلام علیکم۔ برادرم قتیل شفائی صاحب نے مجھے اپنا مجموعۂ کلام بعنوان ''بازار'' اس غرض سے دیا تھا کہ میں اس کا دیباچہ لکھ دوں۔ یہ مسودہ چوہدری نذیر صاحب کی دوکان یعنی ''نیا ادارہ'' میں پڑا رہا۔ اس دوران میں میں بیمار ہو گیا۔ صحت یاب ہونے پر جب میں نے نذیر صاحب سے مسودے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔

مجھے بے حد افسوس ہے کہ میری غفلت کے باعث قتیل صاحب کا مسودہ گم ہو گیا۔ خدا کے لیے آپ میری طرف سے ان کی خدمت میں معذرت پیش کر دیں۔

میں چوہدری نذیر صاحب سے پھر گزارش کروں گا کہ وہ تلاش کریں۔ شاید وہ مسودہ

WWW.KITAABISTAN.COM

مل جائے، بشرطیکہ کسی کو بغرض اشاعت دے نہ دیا ہو۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

۱۲۔ دسمبر ۱۹۵۲ء

(۹۵)

برادرم السلام علیکم۔

کل رات مجھے صفیہ نے بتایا کہ آپ نے مجھ پر "نقوش" میں مضمون لکھا ہے...... زیادہ پینے کی وجہ سے مجھ سے ٹھیک پڑھا نہیں جا رہا تھا۔ چونکہ صفیہ کو مضمون پسند تھا اس لیے اُس نے میرے کہنے پر ادھر اُدھر سے سنایا جو مجھے قطعاً پسند نہ آیا۔ یہی سبب ہوا کہ میں نے آپ کو آدھی درجن گالیاں دیں اور اس کے بعد مجھے نیند آ گئی۔

صبح اٹھ کر اپنی آنکھوں سے مضمون پڑھا تو مجھے پسند آ گیا...... آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔ اپنی کمزوریوں کے باوجود بے حد خوش ہوں کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں ہچکچاہٹ کا شائبہ تک نہیں۔ جو کچھ میں ہوں، وہ اس مضمون میں موجود ہے بلکہ وافر موجود ہے...... اس مضمون میں بعض باتیں ایسی ہیں جو مجھ میں موجود تھیں، مگر میرے لیے محسوس کی حد سے باہر تھیں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۹۶)

ہاجرہ مسرور کے نام

خاتون مکرم

تسلیمات۔ لاہور کی عدالت میں میرے ایک افسانے بعنوان "دھواں" پر فحاشی کے

الزام میں مقدمہ چل رہا ہے۔ میں نے آپ کو گواہ صفائی کے طور پر بُلانے کی جرأت کی ہے۔

متذکرہ صدر افسانے کے متعلق آپ کی جو رائے بھی ہے مجھے منظور ہوگی اس لیے کہ فحاشی اور غیر فحاشی کے اہم موضوع پر آپ جیسی اہل الرائے خاتون کے خیالات نہ صرف میرے لیے بلکہ مُلکی ادب کے لیے مفید ہوں گے۔

مجھے اُمید ہے کہ آپ میری یہ دعوت قبول فرمائیں گی۔

نیاز کیش

سعادت حسن منٹو

۱۷۔ اڈلفی چیمبرز، کلیئر روڈ، بمبئی ۸

(۹۷)

محمد یوسف (مالک "شاہراہ" دہلی) کے نام

۷۸۶

لاہور

یوسف صاحب

السلام علیکم۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میرے بار بار خط لکھنے پر بھی آپ نے میری درخواستوں پر کوئی توجہ نہیں دی...... آپ نے یہاں مجھ سے پانچ ہزار روپے کا معاہدہ کیا تھا کہ آپ میری تمام کتابوں کے حقوق کی وہاں نگہداشت کریں گے اور جو کتاب وہاں چھپے گی اس کا معاوضہ وصول کرتے رہیں گے...... وہاں میری کتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں، ظاہر ہے آپ نے کافی روپیہ وصول کیا ہوگا۔

اگر آپ میری شرافت سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتے تو از راہ کرم قتیل شفائی صاحب کو معاہدے کی رقم میں سے کم از کم دو ہزار روپے ادا کر دیں ورنہ مجھے کوئی دوسری صورت اختیار کرنی پڑے گی۔ یعنی مجھے خود وہاں آنے کی تکلیف برداشت کرنی پڑے گی۔

WWW.KITAABISTAN.COM

یاد رہے میں ابھی تک بقیدِ حیات ہوں اور اپنا حق وصول کرنا جانتا ہوں۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

۲۰۔فروری ۱۹۵۴ء

مکرر: میں نے قتیل صاحب کو اپنی طرف سے مکمل اختیارات دے دیے ہیں۔وہ جو مُناسب سمجھیں گے کریں گے۔

سعادت حسن منٹو

(۹۸)

شاد امرتسری کے نام

پیارے شاد

حاملِ رقعہ کو گانے کا شوق ہے۔ان کا ٹسٹ لے لیں۔اگر تمہارے معیار پر پورے اتریں تو ان کو پروگرام ملنے چاہئیں۔مجھے افسوس ہے کہ تم سے اتنی دیر نہ مل سکا۔دراصل میں بہت مصروف تھا۔اس دوران دو کتابیں لکھ چکا ہوں۔

غالباً کل ریڈیو اسٹیشن آؤں گا۔سوچا ہے کہ ملازمت کرلوں۔

تمہارا

سعادت حسن منٹو

(۹۹)

ممتاز شیریں کے نام

مکرّمی۔تسلیم

''نیا دور'' کا پہلا نمبر ملا۔بنگلور جیسے دور افتادہ شہر سے ایسا کامیاب پرچہ نکالنا بڑی ہمت کا کام ہے۔امید ہے آپ اسے جاری رکھیں گی۔گو ''نیا دور'' اپنی قسم کی واحد چیز نہیں پھر بھی اردو ادب میں یہ ایک اضافے کا باعث ہو سکتا ہے۔''نیا دور'' کے لیے میں اپنا تازہ افسانہ

یا مضمون بھیجنے کے لیے تیار ہوں مگر اصول کے مطابق میں ایک سطر بھی معاوضے کے بغیر نہیں لکھتا۔اگر آپ میرا حق الخدمت ادا کر سکیں تو مجھے ''نیا دور'' کی معاونت میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

''نیا دور'' کے لیے میرا یہ پیغام ہے کہ پرانے دور کے رندوں کا نئے دور کے شعلہ آشاموں کے ساتھ شراب کا رشتہ ہے۔دونوں ایک دوسرے کے ہم زلف ہیں۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گی۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو،بمبئی

(۱۰۰)

ممتاز شیریں کے نام

خاتون مکرم

تسلیمات۔مکتوب گرامی مورخہ ۵/اگست ۴۷ء ملا۔جواب کا شکریہ۔مگر آپ کا مختصر افسانہ ابھی تک موصول نہیں ہوا۔آج کل ڈاک کی ترسیل بہت ہی ناقص ہے۔خدا کرے کہ مل جائے۔

پاکستان کے رسالوں کی واضح اور قطعی پالیسی کے متعلق آپ کا ارشاد درست ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ حکومت بھی ابھی تک کوئی واضح اور قطعی پالیسی متعین نہیں کر سکی۔''نیا دور'' میں شاہین صاحب نے جو طویل اداریہ لکھا ہے میں اُسے بہت غور سے پڑھوں گا۔

میں آپ سے قطعی وعدہ نہیں کرتا مگر میں ''نیا دور'' کے فسادات نمبر کے لیے کوئی افسانہ لکھنے کی ضرور کوشش کروں گا۔ادھر میں نے فساد کے موضوع پر چند افسانے لکھے ہیں مگر اس وقت ذہن میں کوئی چیز موجود نہیں۔ممکن ہے لکھنے بیٹھوں تو کچھ سوجھ جائے۔اگر ناکام رہا تو آپ کو مطلع کر دوں گا۔

فسادات نمبر کے مضامین کی فہرست کافی مرعوب کن ہے۔مجبور عورتوں پر شاید اب

میں اور کچھ نہ لکھ سکوں۔ شاہین صاحب کی خدمت میں آداب۔ عسکری آپ کو علیحدہ خط لکھیں گے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء

(۱۰۱)

ممتاز شیریں کے نام

خاتون مکرم

السلام علیکم۔ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط ملا تھا جس میں درج تھا کہ آپ فسادات نمبر بھیج رہی ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ اس لیے میں اپنی رائے لکھنے سے معذور ہوں۔

''اردو ادب'' کا عتاب زدہ پہلا شمارہ اب شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے مل گیا ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہاں کی پراگندہ ادبی فضا کے باعث میں اور عسکری کوئی خاص چیز پیش نہیں کر سکے۔ بہر حال جو کچھ بن پڑا ہے، حاضر ہے۔ ایک افسوس اور ہے کہ ''سویرا'' والوں نے دو مضمون چرا کر شائع کر دیئے۔ ہو سکتا ہے یہ ترقی پسندی ہو۔

''اردو ادب'' کا دوسرا شمارہ زیرِ ترتیب ہے۔ براہ کرم فوراً ہی اپنے افسانے یا تنقیدی مضمون سے ممنون و متشکّر فرمائیے۔

لاہور کی عدالت میں ''ٹھنڈا گوشت'' کا مقدمہ پیش ہے۔ میں نے آپ کو اور صمد شاہین صاحب کو صفائی کے گواہ کے طور پر طلب کیا ہے۔ لاہور آیئے گا تو اسی بہانے آپ دونوں سے شرفِ ملاقات بھی حاصل ہو جائے گا۔

امید ہے آپ دونوں بخیریت ہوں گے۔ صمد صاحب کی خدمت میں سلام۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۰۲)

سلام مچھلی شہری کے نام

ایڈیٹر اردو ادب، مکتبۂ جدید، لاہور

سلام صاحب۔ سلام۔

افسوس ہے کہ اس سے پہلے آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ میں سخت الجھنوں میں گرفتار تھا۔

میری رہائی کی خبر تو آپ نے اخباروں میں پڑھ لی ہوگی۔ ''اردو ادب'' نمبر تین زیرِ ترتیب ہے۔ مہربانی فرما کر اس کے لیے کوئی طویل نظم ارسال فرمائیے۔ شکریہ۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

(۱۰۳)

ڈاکٹر محمد باقر کے نام

برادرم مکرم جناب ڈاکٹر صاحب

السلام وعلیکم۔ میں نے بہت کوشش کی کہ آپ کے دولت خانے کا پتہ مل جائے مگر نہ مل سکا۔ آج اتوار ہے، اس لیے آپ سے کالج میں بھی ملاقات نہیں ہو سکتی۔ حاملِ رقعہ اسداللہ میرے عزیز ترین دوست ہیں۔ ان کو بورڈنگ میں داخلہ چاہیے اور اس کے لیے آپ کی سفارش کی ضرورت ہے۔

امید ہے آپ میری خاطر یہ کام کر دیں گے۔ کبھی حلقہ میں ملاقات ہوئی تو میں شکریہ ادا کروں گا۔ آپ کے خلوص کے پیشِ نظر چند سطور لکھی ہیں۔ خدا کرے آپ میرا یہ کام بغیر کسی تکلیف کے کر سکیں۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ اب اگر حلقہ میں مجھے افسانہ پڑھنا ہو تو آپ صدارت فرمائیے گا۔ ذرا لطف آتا ہے۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

۵ فروری ۱۹۵۲ء

WWW.KITAABISTAN.COM

(۱۰۴)

عزیز احمد کے نام

پیارے عزیز

اسلام و علیکم۔ میں بہت عرصے سے بیمار ہوں، اس لیے ''ماہِ نو'' کے لیے کچھ نہ لکھ سکا۔ اور بھی کچھ وجوہ ہیں جو آپ کو معلوم ہوگئی ہوں گی۔

بہر حال اب آپ سے ایک کام لینا ہے۔ حاملِ رقعہ میرے عزیز دوست محمد اسد اللہ ہیں۔ وہ کراچی کے کسی ہوسٹل میں جگہ چاہتے ہیں۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ ان کی مدد کریں گے۔ دیکھیے مجھے مایوسی نہ ہو۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ میں ''ماہِ نو'' کے لیے دو افسانے بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

خاکسار

سعادت حسن منٹو

یکم اگست ۱۹۵۳ء

(۱۰۵)

بی اے حلیم (وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی) کے نام

مکرمی و محترمی جناب حلیم صاحب

تسلیمات۔ آپ کو شاید یاد نہ ہو میں کسی زمانے میں جب کہ آپ علی گڑھ یونیورسٹی میں تھے، وہاں کا ایک بدقسمت طالبِ علم تھا، کیونکہ مجھے علالت کہ باعث تین مہینے کے بعد یونیورسٹی چھوڑنا پڑی تھی۔

میں اس چھوٹے سے رشتے کی بناء پر آپ سے ایک عزیز دوست محمد اسد اللہ کی سفارش کرتا ہوں۔ یہ ایم اے کالج میں داخلہ چاہتے ہیں۔ تفصیل وہ خود زبانی ادا کردیں گے۔ اگر ہوسکے تو ان کے لیے ہوسٹل کا بندوبست بھی فرما دیجیے گا۔ میں ممنون و مشکور ہوں گا۔

اگر زندگی ہوئی تو آپ سے نیاز حاصل کروں گا۔ آپ کو یقیناً اپنی یونیورسٹی کا سب سے شریر طالبِ علم سردار خان بلوچ یاد ہوگا۔ خدا جانے وہ کہاں ہے؟

خدا آپ کو خوش رکھے۔

نیاز کیش

سعادت حسن منٹو

یکم اگست ۱۹۵۳ء

(۱۰۶)

نصیر انور کے نام

۳۱۔ لکشمی مینشن

لاہور

پیارے نصیر

پرسوں کمرشل بلڈنگ گیا۔ شیخ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اتوار کو انہیں کھانے پر بلایا۔ اتفاق سے ڈاکٹر منیر بھی آگئے۔ بہت دیر تک محفل جمی رہی۔ آخر میں تمہارا ذکر آیا۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ تمہارا خط ڈاکیہ پھینک رہا ہے۔ ......THINK OF THE DEVIL

یہ کیا قصہ ہے بھئی۔ یہ آپریشن کیا باقی رہ گیا تھا۔ پہلے تو میں نے سوچا کہ تم حسبِ عادت مذاق کررہے ہو۔ مگر دوبارہ خط پڑھا تو سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ ڈیرے کے پٹھان نے تمہارے جسم میں مزید جراحت کی ضرورت محسوس کی ہو اور اپنا دیسی ساخت کا پستول داغ دیا ہو۔ کہیں یہ مردِ مجاہد چاند ماری کی مشق تو نہیں کررہا تھا۔

تم نے خط لکھا مگر نہایت ہی مختصر اور وہ بھی شاعرانہ انداز میں۔ میری جان! گولی کھانا تو بے قافیہ شاعری بھی نہیں ہوسکتا۔ ازراہِ کرم فوراً تفصیلات سے آگاہ کرو۔ تمہارے خط سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے اور وہ بھی کئی دو اور دو جوڑ کر چار بنانے سے کہ تم ڈیرے سے چند میل دور خدا معلوم کس مار پر سیر و تفریح فرما رہے تھے کہ کسی پٹھان نے اپنی سابقہ

WWW.KITAABISTAN.COM

روایات کے تحت تم پر گولی مار دی، تمہاری جیبوں کا بوجھ ہلکا کیا اور چلتا بنا۔ زخمی حالت میں تم شاید بنوں پہنچے۔ وہاں وحید کے ہاں تم نے دو راتیں بسر کیں (دن کو شاید تم کہیں اور تھے) اس کے بعد تم راولپنڈی پہنچے جہاں ملٹری ہسپتال میں تمھارے بازو کے زخمی حصے جدا کر دیئے گئے۔

میری جان! تمہارے جسم کا کون سا حصہ ہے جو زخمی نہیں ہے۔ بہتر تھا کہ سب کا سب کٹوا دیتے۔

ڈاکٹر منیر کو میں نے خط دکھایا اور اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے مجھے تسلی دی کہ خاص بات کچھ نہیں سوائے اس کے کہ گولی لگی ہے۔ انشاء اللہ چند روز میں ٹھیک ہو جائے گا۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ دوست ڈاکٹروں کو بھول جانے کا انجام یہی ہوتا ہے۔

شمع پرویش صاحب اس حادثے کو پاکستان کی جنگی تیاریوں پر محمول کرتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ تم فوراً ہی مجھے اپنے تازہ ترین حالات سے ضرور مطلع کرو گے۔

ججی تمہیں اکثر یاد کرتی ہے۔ شیام والی تصویر مل گئی تھی۔ شکریہ۔! اچھے ہو کر تم فوراً میرے ساتھ ایک فوٹو کھنچوالو۔ مجھے تمہارا کوئی بھروسہ نہیں۔ معلوم نہیں کب توپ دم ہو جاؤ اور مجھے بغیر فوٹو کے ''آفاق'' میں تمہارے اوپر مضمون لکھنا پڑے۔

صفیہ اور اقبال تمہارا حال دریافت کرتی ہیں۔

تمہیں یہ سن کر افسوس ہوگا کہ شیخ سلیم کا چند روز ہوئے میو ہسپتال میں انتقال ہو گیا۔

تمہارا

سعادت

(۱۰۷)

مہدی علی خان کے نام

مکرمی و معظمی مہدی علی خاں صاحب، تسلیمات!

مجھے افسوس ہے کہ اس دوران میں آپ سے خط و کتابت نہ کر سکا۔ دراصل میں مسلسل

تھا۔ میں آپ سے کوئی نہ کوئی سفارش کرتا ہی رہتا ہوں صرف اس لیے کہ مجھے آپ کے خلوص اور آپ کی محبت نے بہت متاثر کیا تھا اور میں اپنی دانست کے مطابق یہ سمجھتا ہوں کہ آپ میری سفارش کو رد نہیں کریں گے۔ حامل رُقعہ ہٰذا رفیق چوہدری صاحب میرے عزیز ہیں۔ ان پر آپ کی کرم فرمائی مجھ پر بہت بڑی کرم فرمائی ہوگی۔ یہ آپ کو زبانی تمام حالات بتا دیں گے۔ میرے لائق کوئی خدمت۔ میرا ارادہ ہے کہ چند دنوں کے لیے کراچی آؤں۔ امید ہے آپ سے ملاقات ہوگی۔

نیازکیش

سعادت حسن منٹو

۱۷ جنوری ۱۹۵۵ء

WWW.KITAABISTAN.COM

ہماری مطبوعات

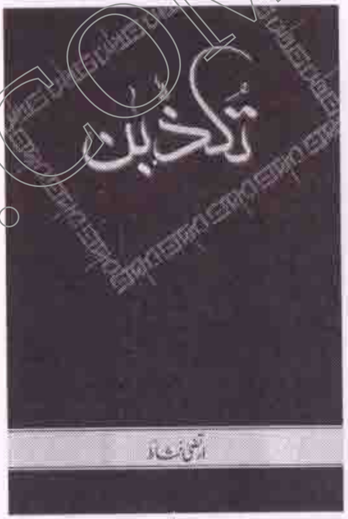

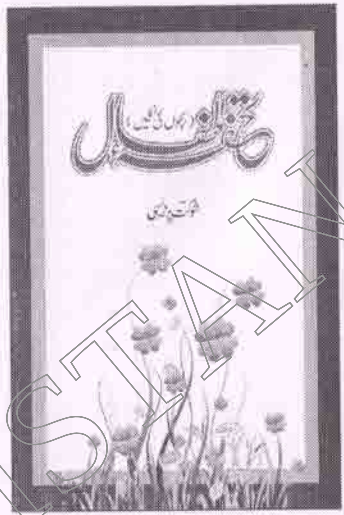

زیر طبع...

...چند اور کتابیں

بلیک ورڈس پبلی کیشنز

بلیک ورڈس پبلی کیشنز
blackwords
publications

WWW.KITAABISTAN.COM

اردو ڈرامے اور تنقید کے حوالے سے محمد اسلم پرویز کا نام نیا نہیں ہے، وہ ایک عرصے سے اردو ڈراموں سے وابستہ ہیں، ان کے کئی ڈرامے اسٹیج کے ذریعہ کافی مقبول ہو چکے ہیں۔ وہ نادرہ ظہیر ببر کے گروپ ''ایکجوٹ'' کے علاوہ ''ارپنا تھیٹر گروپ'' سے عملی طور سے منسلک ہیں۔ گجراتی اور مراٹھی تھیٹر سے بھی ان کا گہرا تعلق رہا ہے۔ ان کے ڈراموں کے دو مجموعے ''پکنک'' (بچوں کے لیے فل لینتھ ڈراما) اور ''پنکھ ہوتے تو...'' (فل لینتھ ڈراما) شایع ہو چکے ہیں۔

محمد اسلم پرویز کے تنقیدی مضامین ملک کے اہم اور مقتدر جریدوں میں شایع ہوتے رہے ہیں، اردو فکشن خصوصاً منٹو پر ان کے سلسلۂ مضامین کو کافی پسند کیا گیا ہے۔ منٹو پر ان کے مضامین ایک نئے تنقیدی زاویے سے روشناس کراتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب منٹو کے اب تک کے دریافت خطوط کا مجموعہ ہے۔ امید کہ محمد اسلم پرویز کی مرتبہ یہ کتاب منٹو شناسی میں مددگار و معاون ثابت ہوگی۔

بلیک ورڈس پبلی کیشنز

blackwords publications